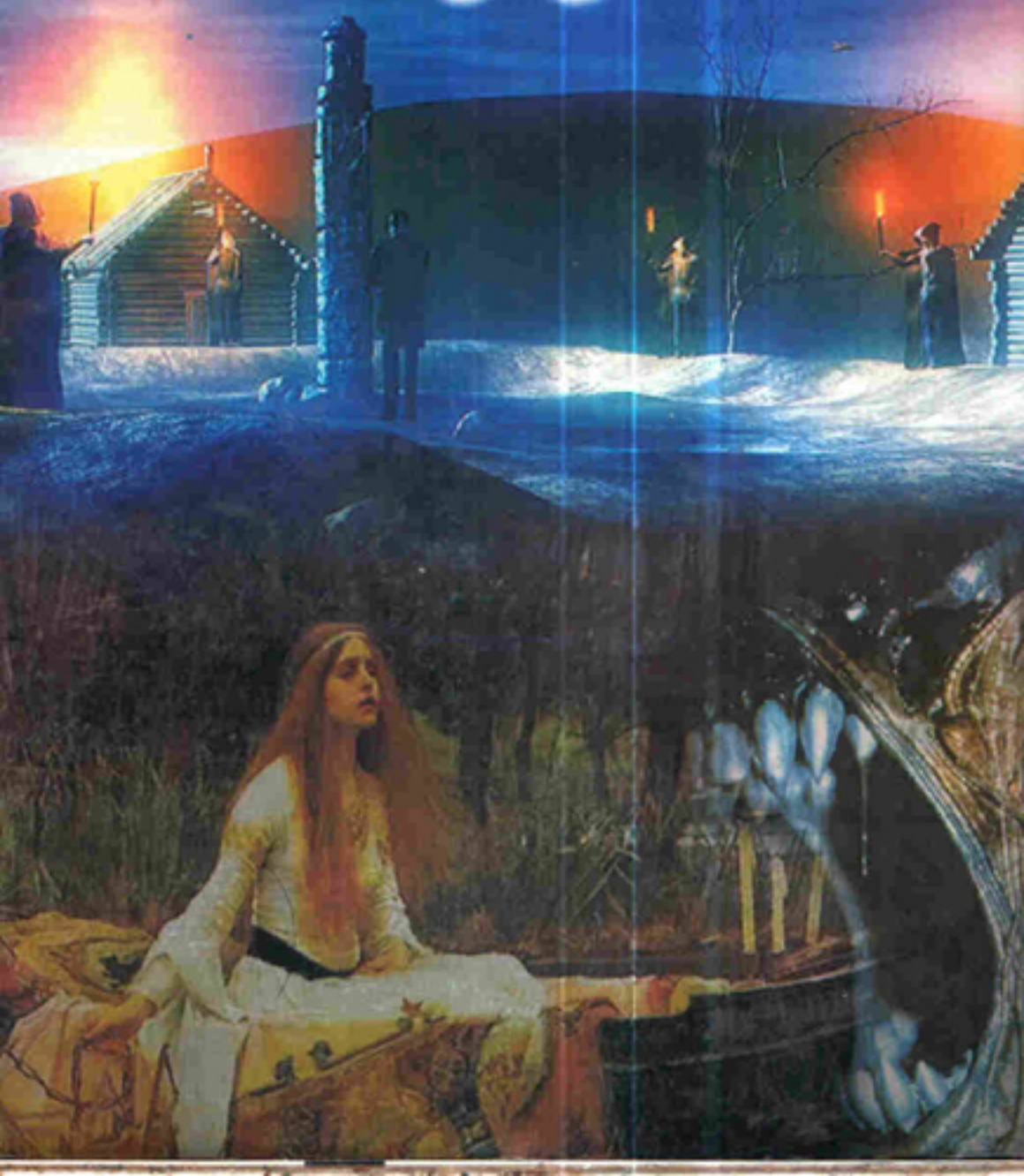


علیم الحق حقی

# تیل کی آگ



## جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب	.....	تیل کی آگ
مصنف	.....	علیم الحق حق
ناشر	.....	گل فراز احمد
سرورق	.....	علم و عرفان پبلشرز، اردو بازار لاہور
پروفہ ریڈنگ	.....	حنا شیخ
سن اشاعت	.....	رانا عبد المجید
تعداد	.....	فروری 2007ء
مطبع	.....	500
قیمت	.....	جوہر رحمانیہ پرنٹرز، لاہور
	.....	120/- روپے

سیدونہ سکاٹی پبلیکیشنز

غزنی سٹریٹ الحمد مارکیٹ

40- اردو بازار، لاہور۔ فون: 7223584

—•—

علم و عرفان پبلشرز

34- اردو بازار لاہور

فون: 7232336-7352332-042

زر، زن اور زمین کے بعد موجودہ زمانے میں جو شے سب سے زیادہ وجہ نزاع بنی، وہ زمین کے سینے میں پوشیدہ تیل کے خزانے ہیں۔ آج ساری دنیا اسی سیال سونے کے پیچھے بھاگ رہی ہے بلکہ آگریوں کہا جائے کہ اسی طاقت سے چل رہی ہے تو بھی غلط نہ ہوگا۔ یہی وہ ”قنتر زمانہ“ اس کہانی کے جملہ رنگ برنگے کردار کو یک جا کرنے اور ایک ایسی بازی ترتیب دینے کا سبب بنا ہے۔ جس میں ہارجیت زندگی اور موت کا مسئلہ بن گئی ہے۔ یہ قول میر زمانہ قنٹوں سے خالی کبھی نہیں رہتا

ہمارے عہد میں یہ قنتر زمانہ ہوا

سونے پہ سہاگا ایک زہرہ جمال و عشوہ طراز کی کج ادائیاں ہیں

جس نے پہلی ہی نظر میں ایک مرد زاد کو اسیر زلف گرہ گیر کر لیا تھا۔

اس کی آنکھ کھلی تو سہ پہر ہو چکی تھی۔ دھوپ کھڑکی کے باریک پردوں سے

چھن کر اندر آ رہی تھی۔

وہ ہوئی تھی تھا..... چکار تہ کے تنزیل ہوئی میں۔ وہ ساٹھ میں پانچ بارو سے

فلانٹ کے ذریعے یہاں آیا تھا۔ یہاں پہنچنے ہی ایک گھنٹے کے اندر اندر اسے بخار چڑھ گیا تھا۔ بخار لرزہ چڑھ کر آیا تھا اور اس کے ذہن کو گھٹیت کر تا رہی میں لے گیا تھا۔ اس کا نام خرم نواز تھا۔ وہ اکل ایکسپرٹ تھا اور اب بے روزگار تھا۔ قومیت کے اعتبار سے وہ پاکستانی تھا۔

اس نے چادریں ہٹائیں اور بستر سے اتر آیا۔ کھڑا ہوتے ہی اسے پکڑ آئے اور اسے میز کا سہارا لے کر خود کو سنبھالنا پڑا۔ چکر تھمتے تو وہ بخار دم کی طرف بڑھا۔ سنبھل سنبھل کر قدم اٹھاتا۔ آئینے میں اسے ایک زرد استخوانی چہرہ اور گھورتی ہوئی دھنسی ہوئی آنکھیں نظر آئیں۔ اس کی سیاہ آنکھوں کی چمک ماند پڑ گئی تھی۔ لیکن معدوم نہیں ہوئی تھی۔

اس کی ستواں ناک بے حد خوبصورت تھی۔ پتلے پتلے ہونٹ، جن پر اچھا موڈ ہو تو بڑی خوبصورت مسکراہٹ نظر آتی تھی اور موڈ خراب ہو تو وہ بھنچ جاتے تھے، جیسے معدوم ہوں۔

اس وقت اس کا موڈ بہت خراب تھا۔ ہونٹ بچھنے ہوئے تھے۔ اس وقت وہ وطن سے دور اور بے یار و مددگار تھا۔ جیب اس کی بالکل خالی تھی۔

اس نے بڑی احتیاط اور نزاکت سے شیو بنایا اور پھر مشاؤد کھول کر اس کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ پانی اس کے جسم سے بخاری کی حد تک کھینچ رہا ہے۔

نہانے کے بعد وہ خاصا تر و تازہ ہو گیا۔ اس نے تولیے سے اچھی طرح بدن پونچھا، کپڑے بدلے اور پکھے کے نیچے آکر کھڑا ہو گیا۔ لیکن گرمی اتنی تھی کہ ذرا ہی دیر بعد اسے پھر پسینہ آنے لگا۔

اب کچھ کیا بھی نہیں جاسکتا تھا۔

دروازے پر دستک ہوئی اور اگلے ہی لمحے کیپٹن راکا کمرے میں داخل ہوا۔ وہ مختصر الوجود آدمی تھی۔ اس کا تعلق جاوا سے تھا۔ اس کی آواز بے حد نرم اور مسکراہٹ ہونٹوں کے ایک طرف انہی اور دوسری طرف عمودی تھی۔ وہ ملٹری کٹ کا گھرے رنگ کا

ٹروپک سوٹ پہنے ہوئے تھا۔ سر پر پھندے۔ ارٹو پی ٹھی، جو ایک طرف جھکی ہوئی تھی۔ اس نے بے حد کارڈے ہوئے انداز میں سر کو ہلکا سا خم کرتے ہوئے کہا ”ہیلو مسٹر نواز۔“

”ہیلو۔“ خرم نے کہا اور بدستور ٹائی کی ٹاٹ میں الجھا رہا۔ کیپٹن راکا نے ایک سگریٹ نکالی اور اسے آگوشے کے ناخن پر تھپچھانے لگا۔ پھر اس نے سگریٹ سلگا کر بہت سارا دھواں اٹکھا اور مسکراتے ہوئے دھوئیں کے پار خرم کو دیکھنے لگا۔ ”اب کیسا محسوس کر رہے ہو مسٹر نواز؟“ اس نے پوچھا۔

خرم نے کندھے جھٹک دئے۔

”مکڑوری ہو گئی ہوگی؟“

”ظاہر ہے۔“

”کیپٹن راکا مسکرایا۔ ”کل ٹھیک ہو جاؤ گے۔“

”امید تو یہی ہے۔“ خرم نے یقین سے عاری لہجے میں کہا۔

”کل دوپہر میں آؤں گا اور تمہیں انٹرپورٹ لے چلوں گا۔“

خرم نے اسے بڑے غور سے دیکھا ”تمہیں مجھ سے نجات پانے کی بڑی جلدی ہے۔ ہے نا؟“

”تمہیں نکالے جانے کے احکامات کئی روز پہلے جاری ہوئے تھے۔“ راکا نے ہموار لہجے میں کہا ”مجھ پہ یہ ذمے داری عائد ہوتی ہے کہ ان پر جلد از جلد عمل درآمد کرواؤں۔“ اس نے اپنے ہاتھ کی پشت کو غور سے دیکھا۔ ”اور ہاں، بہتر ہوگا کہ اس دوران تم ہوٹل سے باہر نہ نکلو۔ یہ شہر ان لوگوں کے لیے بہت شخص ثابت ہوتا ہے، جن کے کاغذات مکمل نہ ہوں۔“

یہ گفتگو انگریزی میں ہو رہی تھی۔ خرم اردو میں بڑبڑایا۔ ”ملعون، تو تو خود محسوس

اکبر ہے۔۔۔۔۔“

”کیا کہا تم نے؟“

”کچھ نہیں۔ اپنی زبان بول گیا تھا۔“

”خیر، اب تو وہی بولنی ہوگی تمہیں۔“ راکا نے طفر کیا۔ ”ہاں، تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔“

”میں تم سے مشتق ہوں۔ ہوٹل سے باہر نکلتا میرے لئے واقعی برا ثابت ہو گا۔ خرم نے کہا۔“

”عقل مند آدمی ہو۔“

”اور تو ہے ابن خنزیر“ خرم کو غصہ آ گیا۔ یہ عجیب بات تھی کہ غصہ اسے اردو میں آتا تھا۔ یہ بات نہیں کہ اسے انگریزی نہیں آتی تھی۔ وہ بہت رواں اور شستہ انگریزی بولتا تھا لیکن غصہ بے ساختہ اردو میں آتا تھا۔ عام طور پر اس طرح اس کی بھڑاس نکل جاتی تھی۔ نہ نکلتی تو وہ فوراً ہی اس کا انگریزی ترجمہ بھی مخاطب کی سماعت میں انڈیل دیتا لیکن ایسا کم ہی ہوتا تھا۔ اسی لئے پردیس میں اس کے بارے میں تاثر یہ تھا کہ اسے غصہ کم آتا ہے، لیکن آتا ہے تو بہت خوف ناک آتا ہے۔

”تم تو ابھی سے خود کو پاکستان میں سمجھ رہے ہو۔“ کمپین راکا نے کہا ”خیر میں چلتا ہوں، کل دو پہر آؤں گا۔“

”میں انتظار کروں گا تمہارا۔“

راکا پلٹا اور کسی وقاص سے اسے انداز میں چلتا کرے سے نکل گیا۔ خرم نے دروازہ بند ہوتے ہی بڑی روانی سے گالیاں بکنا شروع کیں اور بکنا چلا گیا۔ غصے کی ایسی کیفیت میں وہ نئی نئی گالیاں اختر کرتا تھا اور بعض اوقات دو گالیوں کو ملا کر نئی گالی بھی تخلیق کرتا تھا۔

اس کا غصہ بے سبب بھی نہیں تھا۔ راکا قانون کا رکھوالا تھا۔ پولیس میں تھا لیکن اس خطہ زمین پر قانون کچھ بہت ہی عجیب انداز میں کام کرتا تھا۔ یہاں قانون کی گاڑی کو اپنے حق میں چلانے کے لیے اسے تیل دینا پڑتا تھا۔ وطن کی طرح! لیکن وطن کے متعلق تو اس نے سنا ہی تھا۔ وہ وطن میں اسکول کی تعلیم مکمل ہونے تک رہا تھا۔ پھر

اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے امریکا چلا گیا تھا۔ وہاں تعلیم مکمل ہونے سے پہلے اس کے والدین کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس کے بعد وہ صرف ایک بار پاکستان گیا تھا اور وہ بھی محض کچھ دن کے لئے۔ ماں باپ کی قبروں پر فاتحہ پڑھنے کے لیے۔

بہر حال یہاں انڈونیشیا کا قانون امریکہ کے قانون سے مختلف تھا اور اس کا طریق کار بہت زیادہ مختلف تھا۔ اور خرم کے پاس..... سٹنگ پور تک کے فضائی نکت اور انڈونیشی کرنسی میں ایک ماہ کی تنخواہ اور اپنی خراب قسمت کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔

اس نے نوٹ پہنا اور باہر نکل کر لائونج تک گیا۔ وہاں سے اس نے اخبار لیا۔ اخبار بے روزگاروں کے لیے اور ضروری ہو جاتا ہے وہ اس میں ضرورت ہے کہ اشتہار پڑھنے لگا۔

لیکن اخبار کھولنے سے پہلے یہ اسے احساس ہو گیا تھا کہ وہ اپنا وقت ضائع کر رہا ہے۔ وہ کوئی ٹھکر تو تھا نہیں، آئل مین تھا..... ڈرلر تھا۔ اس کا مقام یہاں تھا جزائر میں۔ لیکن آئل عجیب برٹس تھا۔ اس میں سیاسی چکر بکری چلتے تھے۔ بڑی کمپنیوں کو غیر ملکی حکومتوں کی عنایت اور مقامی افسروں کی مہنگی حاصل ہونے والی خوشنودی پر انحصار کرنا ہوتا تھا۔

اخبار کے حروف اس کی نگاہوں کے سامنے ناچ رہے تھے۔ اس نے اخبار پڑھنے کی کوشش ہی ترک کر دی۔

وہ لابی میں صوفے پر بیٹھ گیا۔ اچانک عقب سے کسی نے کہا ”تم خرم نواز ہو؟“ جملہ رواں انگریزی میں ادا کیا گیا تھا۔ آواز باریک سی تھی۔

خرم نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ ایک موٹا بھڑا آدمی تھا۔ اس کے بال سیاہ تھے اور آنکھیں کرنگی، ناک عقاب کی چونچ جیسی تھی۔ چوڑی اور مضبوط ٹھوڑی کے اوپر اس کا عمو تو جیسا تازک دہانہ بے حد عجیب لگ رہا تھا۔ شیو کی جگہ چھوڑ کر اس کا پورا چہرہ بے حد سفید تھا۔ اس کے چھوٹے اور بے حد موٹے ہاتھ بالوں سے بھرے ہوئے تھے۔ اس کی شخصیت کے پیش نظر اس کی باریک آواز مضحکہ خیز لگی۔

”ایسا کریں، پہلے کچھ پی لیں۔“ روبن نے کہا۔ پھر اس نے تالی بجاتی۔ فوراً ہی ایک مقامی لڑکا نمودار ہوا اور ڈرنکس کا آرڈر لے کر چلا گیا۔ اس انتظار کے دوران خرم نے سگریٹ سلگائی۔ روبن اسے بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

اچانک ہی روبن نے پوچھا ”تمہاری عمر کتنی ہے مسٹر نواز؟“

”پچھتیس سال۔“

”شاری شدہ ہو؟“

”نہیں؟“

”غصہ بہت آتا ہے اور اچانک آتا ہے تمہیں؟“

”کام کے معاملے میں مجھے بے پروائی اور غیر ذمے داری سے نفرت ہے اور

میں انہتوں کے ساتھ کام کرتا پسند نہیں کرتا۔“

روبن نے سر کو تھپی جمنش دی۔ ”اس کا شمار تو خوبیوں میں ہونا چاہئے۔ یہ

بتاؤ، زندگی میں تمہارے عزائم کیا ہیں؟“

خرم کی آنکھوں میں غبار سا لہرایا۔ اس نے بہت تیزی سے سگریٹ ابلش ٹرے

میں سسل دی۔ ”میں نہیں جانتا مسٹر روبن کہ تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو۔ اور مجھے اس کی

پروا بھی نہیں کہ میرا جواب سن کر تمہارا کیا رد عمل ہوگا۔ میں پاکستانی ہوں۔ آگے پیچھے

میرا کوئی نہیں۔ نہ گھر ہے، نہ در ہے۔ میری خواہش یہ ہے کہ اپنی دولت کماؤں کے تھوڑی

سی زرعی زمین خریدوں وطن میں..... اور ایک قطعہ زمین ٹھیکل فارمنگ کے لیے۔ پھر

آسٹریلیا میں اور پاکستانی گایوں کو کراس کرنے کے تجربے کروں اور اچھی فصلیں پیدا کروں

اور باقی زندگی وطن میں ہی گزار دوں۔“

”یہ تو بہت اچھے عزائم ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ تمہیں دولت کے حصول

میں دلچسپی ہے؟“

”کسے نہیں ہوتی؟“ خرم نواز نے بے پروائی سے کہا۔

خرم نے کہا ”ہاں، میں خرم نواز ہوں۔ تم کون ہو؟“

”روبن۔ اجازت ہو تو بیٹھ جاؤں۔“ اس نے بیٹھنے ہوئے کہا اور دونوں ہاتھ میز پر پھیلادئے۔ پھر وہ خرم کو دیکھ کر مسکرایا۔ ”میں نے سنا ہے دوست کہ تم ایک بڑی پریشانی میں گرفتار ہو۔“

”کس سے سنا تم نے اور کیا سنا؟“

”تم پاکستانی بارو میں پائیکس کمپنی کے ساتھ ڈرنگ کر رہے تھے۔ وہاں تم نے ایک سوڈانی لڑکے کی پٹائی کر دی۔ اس نے تمہارے خلاف پولیس میں رپورٹ کر دی۔ کمپنی نے تم سے بے تعلقی کا اظہار کیا۔ چنانچہ تمہیں ملک سے نکالے جانے کے احکامات جاری ہو گئے۔ اب تم تین دن سے بیمار ہو اور کل تمہیں چکارہ سے رخصت ہونا ہے۔ ٹھیک ہے نا؟“

”لیکن اس سے تمہارا کوئی تعلق نہیں۔“ خرم نے نرم لہجے میں کہا۔ ”اس منحوس لڑکے نے محض اپنی بے پروائی سے ایک گڑھے اور تیس فٹ کی کیننگ کو تباہ کر دیا تھا۔ اس نے ہمارے کام کو ایک ماہ پیچھے دھکیل دیا تھا۔ جبکہ میں اسے مینین بار اس کی بے پروائی پر ٹوک چکا تھا۔ اس نقصان پر میں نے اس کی مرمت کر دی۔“

”اور وہ تمہیں بہت تنگی پڑی۔“

”میں نے کیا، میں نے بھگتا۔ تمہیں کیا پریشانی ہے؟“ خرم نے اکھبرین

سے کہا۔

”مجھے کوئی پریشانی نہیں لیکن مجھے دلچسپی ہے اس میں۔“

”کیوں؟“

”میں تمہیں ایک جاب کی آفر کرنا چاہتا ہوں۔“

خرم ہلکی سی جھپٹے بغیر اسے دیکھتا رہا۔

”کہو، تم انٹرنسٹ ہو؟“

”بالکل ہوں۔ لیکن جاب کی نوعیت کیا ہے؟ اور کہاں؟“

لڑکا ڈرکس لے آیا۔ روبن نے اپنا جام بلند کرتے ہوئے کہا ”گڈ لک مسٹر نواز۔“

”روبن نے ایک طویل گھونٹ لے کر اپنے سرخ گھونٹ پونچھے۔ پھر بولا“  
دولت دنیا کی سب سے کم اہم شے ہے۔“

”ہاں، بشرطیکہ آپ کے پاس دولت موجود ہو۔“

”بالکل درست..... جب دوست موجود ہو تو اس کی حیثیت کانڈ کی گڈیوں سے زیادہ نہیں ہوتی۔ اب مجھے ہی دیکھو.....“ اس نے اپنے سینے پر ہاتھ مارا۔ ”میں صرف ضرورت کے مطابق رقم لے کر باہر نکلتا ہوں۔ میرے پاس سارے بڑے کریڈٹ کارڈ ہیں۔ ہانگ کانگ، جکارتہ، نیو یارک، پیرس، لندن۔ ہر جگہ اکاؤنٹ ہیں۔ میں دنیا میں کہیں بھی برنس کر سکتا ہوں۔ میں کوشش کروں تو صرف چند گھنٹوں میں پائیکس کتنی کے شیرز تین پوائنٹ نیچے جاسکتے ہیں۔ اسی طرح میں انہیں بلندی کا رستہ بھی دکھا سکتا ہوں۔“

”نہ میں کوئی کچنی ہوں، نہ میرے پاس شیرز ہیں کسی کے۔ لہذا تمہاری یہ صلاحیت میرے کسی کام کی نہیں۔“

”اگر میری پیشکش قبول کرو تو تمہیں شیرز بھی میسر آسکتے ہیں۔“  
”پیشکش کیا ہے؟“ خرم چڑ گیا۔

روبن نے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔ ”یہاں نہیں مسٹر نواز۔ یہاں میں صرف اتنا بتا دوں کہ میں تمہیں اپنے ساتھ ایک مختصر سفر کے عوض تین ہزار امریکی ڈالر دوں گا۔ وہاں تم اپنی جاب دیکھو گے۔ جاب پسند نہ آئے تو وہ تین ہزار تمہارے اور پسند آجائے تو معاوضے میں تمہاری رقم ملے گی۔ بولو، کیا کہتے ہو؟“

”جانا کہاں ہوگا؟“

”یہاں سے بہت دور..... سلسے بس۔“

”سلسے تو اب بھی انڈونیشیا کا حصہ ہے اور مجھے انڈونیشیا سے نکالنے کے

احکامات جاری ہو چکے ہیں۔ میرا پاسپورٹ پولیس کی تحویل میں ہے۔ کل جہاز پر سوار ہونے سے پہلے وہ مجھے نہیں مل سکتا۔“

روبن نے مسکراتے ہوئے اپنے کوٹ کی بریسٹ پاکٹ میں ہاتھ ڈالا اور ایک پاسپورٹ نکال کر میز پر رکھ دیا۔

”ارے، یہ تو میرا پاسپورٹ ہے۔ تمہیں کیسے.....؟“

”دولت کی اہمیت کنیشن کا راکا بھی سمجھتا ہے۔“ روبن نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا ”اسے تم سے زیادہ اپنے بینک اکاؤنٹ سے دلچسپی ہے۔ وہ تمہاری منزل کے بارے میں بھی کوئی سوال نہیں کرے گا۔ اگر تم راضی ہو تو آج رات میرے ساتھ میرے جہاز کے ذریعے روانہ ہو سکتے ہو۔“

خرم اسے الجھن زدہ نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ ”میں کچھ بھی نہیں سمجھا مسٹر روبن۔“ اس نے سر جھٹکتے ہوئے کہا ”تم ایک برنس مین ہو۔ منافع کو اولیت دیتے ہو۔ خیرات کے قائل بھی نہیں ہو سکتے تم۔ اور میں ایک بے روزگار ڈرلر ہوں۔ مجھ سے تمہیں کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے کہ تم یہ زحمت کر رہے ہو؟“

”اس وقت مجھے ایک اہم کام کے لیے ایک آدمی کی فوری ضرورت ہے“ روبن نے کہا ”اس لیے تم پر داؤ لگانے کو تیار ہوں۔ سوال یہ ہے کہ تم بھی مجھ پر داؤ لگانے کو تیار ہو یا نہیں؟“

”تین ہزار امریکی ڈالر کے عوض؟“

”اور تمہاری رقم ملنے کا امکان الگ۔“

خرم کی ہاتھیں کھل گئیں۔ ”مسٹر روبن، ہم میں سے کوئی ایک یقیناً بے وقوف ہے۔ اور اوروں کے لیے کہ وہ میں ہوں۔“

”معاوضہ قسمت پر کیوں نہیں چھوڑ دیتے؟“

”ہاں، کیوں نہیں۔ میں رضا مند ہوں مسٹر روبن۔“

روبن کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ ”بس تو یہ طے ہو گیا۔ اب میرے کمرے میں

چلو۔ باتی باتیں وہیں ہوں گی۔“

وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ خرم نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ ساڑھے چار بجے تھے۔ وہ روبین کے پیچھے چل دیا۔



روبن کا کمرہ پہلے حد خوبصورت اور آرامتہ و پیراستہ تھا لیکن اس لڑکی کے سامنے کمرے کی ہر آرائش باندھی۔

وہ ایک بے حد خوبصورت ایرانی لڑکی تھی۔ اس کے مجورے بال ریشمی اور لمبے تھے۔ جلد ہر رنگ تھی اور وہ کسی گلاب کی طرح تروتازہ تھی۔ اس کی دو انگلیوں میں انگوٹھیاں تھیں۔ ایک ہیرسہ کی اور دوسری یا قوت کی۔

وہ کمرے میں داخل ہوئے تو لڑکی آئینے کے سامنے کھڑی تھی۔ اس نے پلٹ کر تجسس نگاہوں سے انہیں دیکھا لیکن منہ سے کچھ نہ بولی۔ خرم نے اسے مسکرا کر دیکھا لیکن لڑکی کی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک تک نہ ابھری۔

روبن نے زکمی کا تعارف کرایا۔ ”یہ نیلم ہے۔ اور نیلم! یہ ہمارے نئے ساتھی ہیں..... خرم نواز۔ یہ ہمارے ساتھ سفر کریں گے۔“

”خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔“ خرم نے کہا۔

لڑکی اب بھی تکیو نہ بولی۔ روبن کے ہونٹوں میں موہومی مسکراہٹ ابھری۔ خود کو بے وقف محسوس کر رہی تھی۔

روبن نے بالکونی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نیلم سے کہا۔ ”نیلم تم باہر جاؤ اور انتظار کرو۔“

لڑکی پلٹی اور بالکونی میں چلی گئی۔

”خوب صورت ہے۔“ خرم نے تبصرہ کیا۔

”میری ہے۔“ روبن نے زور دے کر کہا ”بے حد خوبصورت عورتیں میری کمزوری ہیں۔“

”تم افورڈ بھی کر سکتے ہو۔“

روبن نے میز کی دروازہ کھول کر باریک کاغذ کی ایک لمبی ٹیوب سی نکالی اور اسے کھول کر میز پر پھیلا دیا۔ ”اسے دیکھو مسٹر نواز۔“

خرم ڈرائنگ پر جھک گیا۔ وہ جغرافیائی سروے کرنے والی ایک مشہور کمپنی کا بنایا ہوا سروے چارٹ تھا۔ چارٹ پر ان کے بہترین سرویر کے دستخط تھے۔ وہ اس شخص کو جانتا تھا۔

روبن خرم کو بغور دیکھ رہا تھا۔ ”اس سے کیا پتا چلا تمہیں؟“

”اگر یہ اصلی ہے.....“

”یہ اصلی ہے۔ اس کی قیمت میں نے بیس ہزار ڈالر چکانی ہے۔“

”ستتا ہے۔“ خرم نے کہا ”مجھے اس میں سے تیل کی خوشبو آ رہی ہے۔ بہت سارے تیل کی۔“

روبن کی بھدی انگلی نقشے کے ایک پوائنٹ پر جم گئی۔ ”یہاں تیل کا کنواں کھودنے میں تمہیں کتنا عرصہ لگے گا؟“ اس نے پوچھا۔

”ایک منٹ مسٹر روبن۔“ خرم سیدھا کھڑا ہو گیا۔ ”پہلے چند باتیں واضح کر دوں۔ سروے اور بات ہے اور کنواں کھودنا اس سے بالکل مختلف ہے۔“

”وہ کیسے؟“

”دیکھو، سرویر آدمی ہوتا ہے، گدھا نہیں۔ خرم نے ہموار لہجے میں کہا۔ ”وہ زمین کے اوپر رہتا ہے۔ زمین کے اندر نہیں جھانک سکتا۔ وہ یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ تیل ہے یا نہیں۔ یہ تو کسی سرمایہ کار کا اور کسی ڈرلر کا جوا ہوتا ہے۔“

روبن نے اثبات میں سر ہلایا۔ جواب اس کے لیے تسلی بخش تھا ”اب بتاؤ، کنواں کتنے دن میں کھودا جا سکتا ہے؟“

خرم چند لمحے سوچتا رہا۔ ”آلات کیسے ہیں تمہارے پاس؟“

”بہترین۔“

”تو ابتداء کی کھدائی میں ایک ہفتے سے چندہ دن لگیں گے۔ اس کے بعد ایک ماہ اور۔ چھ ہفتے سمجھ لو۔ مجموعی طور پر۔“

”مگد“ روبن نے اطمینان کی سانس لی۔

خرم نے تیز نگاہوں سے اسے دیکھا۔ ”ایک بات سمجھ لو مشرور بن میں کوئی حتیٰ وعدہ نہیں کر رہا ہوں۔ انسان سے غلطی بھی ہو سکتی ہے اور پھر ہر کام خدا کی مرضی سے ہی ہوتا ہے۔“

”میں یہ بات سمجھتا ہوں۔ اب یہ بتاؤ کہ کسے مزدور درکار ہوں گے۔“

”سب سے پہلے تو ایک انجینئر۔ ایک ایسا شخص جو پلانٹ کا نظم و نسق سنبھال سکے۔ مکمل اختیارات ملنے کی صورت میں مزدوروں کو میں سنبھال لوں گا۔“

”انجینئر میرے پاس موجود ہے۔ اور جہاں ہم جا رہے ہیں، وہاں مزدور بھی مل جائیں گے اور تمہیں ان سے کام لینے کی آزادی اور اختیار بھی۔“

”ہم جا کھالیں رہے ہیں؟“

”روبن نے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔ ”یہ تو میں جکارہ کی حدود سے تین روز کے فاصلے پر بتا سکوں گا۔“

خرم نے بے پروائی سے گندھے جھٹک دئے۔

روبن نے چارٹ رول کر کے دوبارہ دراز میں رکھ دیا۔ پھر وہ خرم کی طرف ہلایا۔ اس کی آنکھوں میں طمانیت کی چمک اور سرخ ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی ”تم مجھے اچھے لگے ہو مشرور نواز۔“ اس نے کہا ”امید ہے، ہماری خوب نصیحت کی۔“

خرم نے دونوں ہاتھ پیٹتے کی جیبوں میں ڈالے اور میز سے ٹک کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے نرم لہجے میں کہا ”کہیں جانے سے پہلے میں یہ جاننا چاہوں گا روبن کہ مجھے معاوضہ کیا ملے گا؟“

”تین ہزار ڈالر یہ.....“ روبن نے ہچکچاتے بغیر کہا ”ڈرائنگ کے عرصے میں تین سو ڈالر فی ہفتہ۔ اور اگر تیل نکل آیا تو دس ہزار ڈالر کا بونس یا اس کے مساوی ہماری

پینٹی کے حصص۔ کھدائی کے عرصے میں تمہارے تمام اخراجات میرے ذمے ہوں گے۔ کام کی تکمیل کے بعد تم جہاں چاہو، وہاں تک کا فضائی سفر بھی میرے ذمے۔ یہ الگ بات کہ تم میرے ساتھ کام کرنا جاری رکھنا ہو۔ کیا خیال ہے؟“

”مناسب ہے۔“ خرم نے سر دلچپے میں کہا۔

”یہ سب کچھ تحریری شکل میں چاہتے ہو؟“

”خرم نے نفی میں سر ہلادیا۔

روبن کا منہ بن گیا۔ ”رقم کے معاملے میں کبھی کسی کی زبانی بات پر بھروسہ مت کیا کرو نواز۔“ اس نے کہا۔

”اگر تم تحریری معاہدہ کرنا چاہتے ہو تو کھ دو۔ لڑکی گواہی دے دی گی۔“

”میرے خیال میں یہی مناسب ہے“ روبن نے کہا ”تم ذرا ٹیلم کو آواز دو اور اس سے کہو کہ ڈرنکس بنائے۔ اور ہاں سنو.....“

خرم بالکونی کے دروازے پر پہنچ چکا تھا۔ یہ سن کر وہ ہلایا اور روبن کو دیکھا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ لیکن اس کی آنکھیں برف کی ڈلیاں معلوم ہو رہی تھیں۔ ”یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا کہ ٹیلم میری ہے۔“

”اچھے دولت مند ہو کر اتنی معمولی سی لڑکی کی فکر کیوں کرتے ہو؟“ خرم نے نرم لہجے میں کہا اور دروازہ کھول کر بالکونی میں چلا گیا۔



اس رات آٹھ بجے خرم نے اپنا سامان کیوس کے ہولڈال میں بیگ کیا، ہوٹل کا بل ادا کیا اور باہر نکل آیا۔ باہر اس نے ہولڈال میں نیچے رکھا اور درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر ایک سرگرتہ سلگائی۔ پھر وہ چل دیا۔

کچھ دیر بعد وہ جہاز پناما کے ڈیک پر تھا۔ ڈیک پر موجود نوجوان افسر نے اسے سیلیوٹ کیا اور گزارے لائق انگریزی میں اس سے اس کی آمد کا مقصد پوچھا۔

”میں خرم نواز ہوں۔“



”اوہ، آپ ہمارے ساتھ سفر کریں گے۔ میں سیکنڈ آفسیر آرٹورو ہوں۔  
میرے ساتھ آئیے۔“

”تم سے مل کر خوشی ہوئی آرٹورو۔ مسٹر روبن کہاں ہیں؟“

”سیلون میں جناب۔ وہ ڈنر کے لیے آپ کے منتظر ہیں۔“

آرٹورو نے ایک کبین کا دروازہ کھولا اور مرد باندا انداز میں ایک طرف ہٹ کر  
اسے کبین میں داخل ہونے کا موقع دیا۔

خرم ایک سیٹی بجا کر رہ گیا۔ کبین بہت بڑا تھا۔ وہاں ایک بڑا ہیڈ، ایک میز  
اور ایک کرسی فرش سے بیوست تھی۔ پورٹ ہولز پر جدید طرز کے پردے تھے۔ دیواروں  
میں چمک دار اٹالوی وانڈرنگر بہار دکھا رہے تھے۔

آرٹورو بچوں کی طرح خوش ہوا۔ ”یہ جہاز انگلینڈ میں بنایا گیا تھا۔ تکمیل اس  
کی جینوا میں ہوئی۔ ہمیں اس پر فخر ہے۔“

”ہمیں سے کیا مراد ہے تمہاری؟“ خرم نے مصومیت سے پوچھا۔

”اسٹاف جناب۔ ولندیزی کپتان اور اٹالوی آفیسرز۔“

”اور عملہ؟“

”خلاصی ملاوی ہیں۔ انجن روم کا اسٹاف سیلون ہے۔ نچلے کام کرنے والے  
چینی ہیں۔“

خرم نے سر کو تھپی جھنک دی۔ روبن بہت چالاک آدمی تھا۔ چھوٹی چھوٹی  
باتوں پر نظر رکھتا تھا اور لڑاؤ اور حکومت کرو کا قائل تھا۔ اس قسم کے اسٹاف کی موجودگی  
میں کسی شورش کا امکان نہیں تھا۔

اس کا کبین دکھانے کے بعد آرٹورو اسے سیلون کی طرف لے گیا۔ اس نے  
دروازہ کھول کر کسی نقیب کے انداز میں اعلان کیا۔ ”کیپٹن جازنون، مسٹر روبن، مسٹر  
کھرم نواز۔“

وہ اس کے خیر مقدم کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ جازنون چھوٹے منبرے

بالوں والا دیو قامت آدمی تھا، جس کی دائرہی مور پگھلیسی تھی۔ روبن کے ساتھ وہ لڑکی  
نیلیم بھی موجود تھی۔ روبن نے ظاہری گرم جوشی سے خرم کا استقبال کیا۔ نیلیم نے محض سر  
کو ہلکی سی جنبش دینے پر اکتفا کیا۔ جبکہ جازنون نے اپنے پیلہ نما ہاتھ سے اس کا ہاتھ  
پکچل ڈالا۔

”کیپٹن! مسٹر نواز کے لیے ڈرنک۔“ روبن نے اپنی مخصوص باریک آواز  
میں کہا۔

جازنون نے جام میں دو انگلیں دیکھ کر اٹھ بیٹھا اور جام خرم کی طرف بڑھا دیا۔ خرم  
نے بڑی احتیاط سے اس میں سادہ پانی ملا دیا اور جام کو ٹوٹ کے انداز میں بلند کیا۔  
تیلوں نے ایک ساتھ کھونٹ لیا۔ نیلیم خاموش بیٹھی رہی۔

”یہاں موجود ہم چار افراد ہی اس اثر پر ناز سے متعلق ہیں نواز۔“ روبن نے  
کہا۔ ”باقی سب ملازمین ہیں، جن کا کام جہاز چلانا اور اپنے کام سے کام رکھنا ہے۔ یہ  
بات واضح ہو گئی؟“

”ہاں، بالکل واضح۔۔۔۔۔ میرے ضمیر کی طرح۔“ خرم نے کہا۔

پہلی بار نیلیم کی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک ابھری۔

روبن نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ ”ڈنر پندرہ منٹ بعد ہوگا۔ جنٹلمین! ٹاؤ  
ایکسیکویڈی۔ آؤ نیلیم۔“ یہ کہہ کر وہ پلٹا اور سیلون سے نکل گیا۔ نیلیم بغیر ایک لفظ کہے اس  
کے پیچھے چل دی۔ اس نے خرم اور جازنون کی طرف دیکھا بھی نہیں۔

”مسٹر نواز، اس لوٹریا کے بارے میں کیا خیال ہے؟“ جازنون نے کہا۔

”اس کے سلسلے میں میرا کوئی خیال نہیں ہونا چاہئے۔ مجھے متنبہ کر دیا گیا ہے۔“  
”آدمی عقل مند ہو۔“ جازنون نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ ”میرا خیال  
ہے، تم اور میں اچھے دوست بن سکتے ہیں۔“ اس نے گلاسوں میں مزید دیکھی اور

بڑے سرسری انداز میں پوچھا۔ ”روبن کو طویل عرصے سے جانتے ہو؟“

”چار پانچ گھنٹوں کی شناسائی ہے ہماری؟“ کیوں؟“

بڑی طاقت ہوتی ہے۔ دس منٹ میں دس انسانوں کو توڑ سکتی ہے۔ اور ایک نصیحت سن لو مسٹر نواز۔ کسی عورت کے سامنے رو بہن کو کبھی نیچا نہ دکھانا۔ اسے مرکز نگاہ بننا اچھا لگتا ہے مگر صرف مثبت انداز میں۔ اس نے گھڑی پر نگاہ کی۔ ”اور اسے پابندی وقت بھی اچھی لگتی ہے۔ اب چل دو۔ ہمیں ڈنر اس کے سوئٹ میں کرنا ہے۔ اس حسین لڑکی کے ساتھ۔“

”یہ لڑکی کون ہے؟“ خرم کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

جائزوں نے اسے کن انکھیں دے دیکھتے ہوئے کہا ”ایرانی لڑکی ہے اور کون جانے، کسی محل سے آئی ہے یا کسی گمنامے سے اٹھائی گئی ہے۔ مگر اب وہ جو کچھ بھی ہے، رو بہن کی ہے۔ اس کی جاگیر ہے وہ۔“

”یہ تو رو بہن نے بھی کہا تھا۔“ خرم نے نرم لہجے میں کہا ”مگر میں سوچتا ہوں، کیا لڑکی بھی اسی انداز میں سوچتی ہے؟“

جائزوں چلتے چلتے رک گیا۔ اس نے خرم کا بازو تھاما اور اسے گھما کر اپنے سامنے کیا۔ اس کی گرفت بے حد سخت تھی۔ اس نے غصے میں لپٹی ہوئی سرگوشی میں کہا ”دیکھو پاکستانی، دنیا میں کروڑوں اربوں عورتیں ہیں۔ تم ان میں سے جسے چاہو اپنا لیکن اس لڑکی کے لیے سوچنا بھی مت۔ وہ رو بہن کی ہے۔ اسے خوش رکھتی ہے۔ اور جب تک رو بہن خوش ہے، ہم سب بھی مطمئن اور متحمل ہیں۔ تم اسے دیکھ کر صرف مسکرائے بھی تو دو چاقو تمہارے حلق میں گڑ جائیں گے۔ ایک اس کا، دوسرا میرا۔ سمجھ؟“

خرم بڑی معصومیت سے مسکرایا اور اس نے بے حد شیریں لہجے میں کہا ”میں سمجھتا ہوں۔ مگر میں ایسی برف کی صورت کے لیے کیوں خوار ہونے لگا۔ میں تو گرم و گداز جندیلوں کا آدمی ہوں۔“

”پھر بھی یہ بات کبھی نہ بھولنا۔“ جائزوں نے اپنی گرفت ڈھیلی کر دی۔

خرم اس کے سامنے تن کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ہونٹوں پر اب بھی وہی معصوم سی

”وہ بڑا آدمی ہے، جو چاہتا ہے، حاصل کر لیتا ہے۔ صرف جانداری نہیں، اس کے پاس دولت بھی بہت ہے۔ روم، پیرس، جنیوا اور نیویارک میں اس کا نام لینے سے ہر دروازہ کھل جاتا ہے۔ یہ شپ اس نے اسکرپ کا کاروبار کرنے والوں سے تیس ہزار پاؤنڈ میں خریدا۔ پھر اس پر پچاس ہزار پاؤنڈ صرف کر کے ایسا بنایا۔ اس کی سوچ بڑی ہے۔ کسی پروجیکٹ پر دولت خرچ کرتے ہوئے وہ ہاتھ نہیں سمیچتا۔ اچھی خدمات کا اچھا معاوضہ دیتا ہے۔“

”اس کا اصل کاروبار کیا ہے؟“ خرم نے مختلط انداز میں پوچھا۔

جائزوں نے کندھے جھٹک دئے۔ ”وہ ہر اس چیز میں دلچسپی لیتا ہے، جس میں منافع کا امکان ہو۔ آج تیل ہے۔ کل سونا، کاٹن یا اسلحہ، کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ وہ مارکیٹ میں ہر وقت موجود رہتا ہے۔ کبھی کوئی نئی پٹری قائم کرتا ہے، کبھی کوئی پرانی کپنی خرید لیتا ہے۔ اس کی انگلیوں کا لمس طلائی ہے۔“

”تم اس کے ساتھ بہت عرصے سے ہو؟“

”تین سال سے ہوں، جب یہ جہاز مکمل ہوا تھا۔ اس سے بہتر مقام مجھے کبھی نہیں ملا۔ تنخواہ اچھی، منافع الگ۔“

خرم نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔ ”یعنی طلائی لس والی انگلیوں سے بھی فائدہ اٹھاتے ہو۔“

”ہاں وفاداروں کے لیے یہ سہولت بھی موجود ہے۔“

خرم مسکرایا اور جام کو لبوں سے لگایا۔

”ایک بات یاد رکھنا دوست۔“ جائزوں نے تیسہمی لہجے میں کہا ”مسٹر رو بہن کو مذاق اچھا نہیں لگتا۔ خاص طور پر ایسا مذاق جو ان کی سمجھ میں نہ آئے۔“

”جب تو مجھے اس پر ترس آتا چاہئے۔“ خرم نے کہا ”جس زندگی میں ہنسی نہ ہو، قہقہے نہ ہوں، وہ بھی کوئی زندگی ہے۔“

”تمہاری اور میری زندگی بہتر ہے وہ۔“ جائزوں نے تلخی سے کہا۔ ”دولت

”خرم نے چونک کر اسے دیکھا۔ ”یا مطلب ہوا اس کا؟“

”تمہارے مستقبل کا آنکھار میرے اور راکا کے مذاکرات پر ہے۔“

”فی الوقت تو اسے مجھ پر چھوڑ دو۔ اس کی بعد میں دیکھیں گے۔“

”پانچ منٹ بعد کیپٹن راکا آیا اور ڈنر شروع ہو گیا۔ ڈنر کچھ بر لطف نہیں تھا۔

ماحول میں کشیدگی اور شک تھا۔ جازنوں بے حد ناخوش اور نیلم بے نیاز نظر آ رہی تھی۔

خرم البتہ راکا کے ساتھ چھٹیرو خانی کرتا رہا لیکن راکا بہت ڈھیٹ آدمی تھا۔ روبن کا انداز

ایسا تھا، جیسے صورت حال پوری طرح اس کے قابو میں ہے۔ وہ بہت اچھا میزبان ثابت

ہو رہا تھا۔ گفتگو کی ذمہ داری بھی اس نے ہی سنبھالی ہوئی تھی۔

کافی کے بعد روبن نے کہا ”اب تم لوگ ہمیں تنہا چھوڑ دو۔ مجھے کیپٹن راکا

سے کچھ کاروباری معاملات طے کرنے ہیں۔“

جازنوں بغیر کچھ کہے رخصت ہو گیا۔ خرم بھی نیلم کو لے کر نکلا اور ڈیک کی

طرف چل دیا۔ اس نے نیلم کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ نیلم کے ہاتھ میں تھر تھر اہٹ سی تھی۔ وہ

ریٹنگ سے نک کر کمرے ہو گئے۔ کچھ درود پانی میں تھرتی روشنیوں کو دیکھتے رہے۔

خرم کو حیرت ہوئی۔ وہ تو بچ بچ برف کی مورت تھی۔ اس کے کس کا گدا بھی

اسے نہیں پھلکا سکا تھا۔ اس کے جوانی کس میں کوئی جذبہ نہیں تھا۔

”لگتا ہے، ہمیں کافی دیر ایک دوسرے کے ساتھ رہنا ہوگا۔“ بالآخر خرم نے

کہا ”کیا تم وقت گزاری کے لیے وقتاً فوقتاً ایک مسکراہٹ، ایک مہربان لفظ بھی

دے سکتیں؟“

”میرے مسکراہٹ سے تمہیں کیا فرق پڑتا ہے؟“ برف کی مورت بولی۔

”میں خود کو بہتر..... مرحسوس کرنے لگوں گا۔“

”مجھے یہ کام صرف ایک شخص کے لیے کرنے کا معاوضہ ملتا ہے۔ اس معاوضے

میں، میں دوا فرواد کو کہیں نواز سکتی۔“ نیلم نے سر دلچے میں کہا اور پانی کو گھورتی رہی۔

”معاوضے کا کیا سوال ہے۔ میں تو نکلا آدمی ہوں۔“ خرم نے مسکراتے

مسکراہٹ تھی لیکن آنکھوں میں غصے کی چمک تھی۔ اس نے کہا ”کیپٹن، ایک بات میں بھی تمہارے کان میں ڈال دوں۔ مستقبل میں اپنے یہ ہاتھ اپنی جیبوں میں رکھنا۔ اگلی بار تم نے مجھے ہاتھ لگایا تمہاری گردن توڑ دوں گا۔“

جازنوں کا مسئلہ حل کیا حیرت سے۔ پھر بغیر کہے وہ پلٹا اور روبن کے اسٹیٹ روم کی طرف چل دیا۔

وہ اندر داخل ہوئے تو نیلم کوئی فیشن میگزین پڑھ رہی تھی۔ اس نے نگاہیں اٹھا کر انہیں دیکھا اور دوبارہ پڑھنے میں مصروف ہو گئی۔

”بیٹھ جاؤ۔“ روبن نے کہا ”ہمارے آخری مہمان آنے میں ابھی چند منٹ

باقی ہیں اور اس کے آنے سے پہلے مجھے تم لوگوں سے کچھ کہنا ہے۔“

جازنوں نے اسے حیرت سے دیکھا۔ گویا اسے کسی اور مہمان کی آمد کا علم

نہیں تھا۔

روبن نے مسکراتے ہوئے کہا ”ہمارا آخری مہمان مسر نواز کا ایک دوست ہے۔“

”میرا دوست! کیا نام ہے اس کا؟“ خرم نے پوچھا۔

”کیپٹن راکا۔“

خرم تقریباً اچھل پڑا پھر اس نے سنبھلتے ہوئے کہا ”مجھے کیا۔ یہ جہاز تمہارا

ہے۔ تم جانو۔ میں ہوتا تو اسے باہر ہی کچھ دے دلا کرتا دیتا۔“

”خیر، کام کی بات کرو۔ راکا رشوت وصول کرنے آ رہا ہے۔ بد قسمتی سے وہ

طے شدہ رقم سے زیادہ طلب کر رہا ہے۔ اس لئے مجھے اس سے تہاکی میں گفتگو کرنا

ہوگی۔ لہذا کھانے اور کافی کے بعد کیپٹن تم اپنے کام میں لگ جانا۔ اور نو از تم نیلم کو

عرشے والے سیلون میں لے جا کر اس کا کچھ دل بہلانا۔ کیپٹن راکا سے معاملات طے

ہو جانے کے بعد میں خود تمہیں بلواؤں گا ٹھیک ہے؟“

”مجھے تو یہ رات بے حد خوش گوار لگے گی ہے۔“ خرم نے چمک کر کہا۔

”کاش تمہارے حق میں ایسا ہی ہو؟“ روبن نے خشک لہجے میں کہا۔

ہوئے کہا ”اور سکراہٹ میرے نزدیک خرید و فروخت کی جنس ہے کبھی نہیں۔ مجھے تو جو کچھ ملے گا، محبت کے عوض ملے گا۔ جواب میں، میں اپنا پورا دل اور خالی جیب ہی دے سکتا ہوں۔ اور دیکھو، دنیا اتنی مایوس کن جگہ ہے کہ آدمی کو ہنسنے کا جواز ہی میسر نہیں آتا۔ ایسے میں تم مجھے دو ایک سکراہٹیں کیوں نہیں دے سکتیں۔ اچھا یہ بتاؤ، دنیا دیکھی ہے تم نے؟“

”میں پینلز چاہتی ہوں۔“ نیلم نے بے تاثر لہجے میں کہا۔

بہت خوب۔ اور وہاں روہن کی دولت کے زور پر تم بہترین ہوٹل میں ٹھہری ہوگی۔ ٹپ کے لالچ میں ویٹر تمہارا کوئی کام کرنے کو ترستے ہوں گے۔ ہے نا؟“

”ہاں۔“

”اور کہاں کہاں گئی ہو؟“

”نیو یارک، لندن، میس، کنیز اور بنیانے کہاں کہاں؟“

”اور تمہیں ہر شہر ایک جیسا ہی لگا ہوگا؟“

”ہاں۔“

”تو پھر مان لو کہ تم نے کسی جگہ بھی ایک سچا لمحہ تک نہیں گزارا۔ دولت میں یہی خرابی ہوتی ہے۔ شہروں کا زندگی کا اصل روپ دیکھنے ہی نہیں دیتی۔ تم تو خوشی کے ڈانٹے سے بھی نا آشنا ہوگی۔“

”خوشی!“ نیلم کے لہجے میں نفرت اٹھ آئی۔ ”نہیں۔ میں نہیں جانتی، خوشی کیا ہے۔ لیکن دنیا؟ خرم، دنیا میں نے تم سے زیادہ دیکھی ہے۔“

”کیسی باتیں کر رہی ہو گڑیا۔ میں سولہ سال کی عمر سے مارا مارا پھر رہا ہوں۔“

”مجھے مارے مارے پھرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ دنیا خود میرے پاس

آتی تھی۔“

”کیوں نہ آتی؟ تم حسین ہی ایسی ہو۔“

”اس تعریف کا نیلم پر کچھ اثر نہیں ہوا۔ اس نے ساگی سے کہا ”میں جہاں

تھی، وہاں حسن کے تمام دروازے ان کے لیے کھلے ہوتے ہیں، جن کے پاس

دولت ہو۔“

”وہ کون سی جگہ تھی؟“ خرم نے سخت لہجے میں پوچھا۔

”ہانگ کانگ۔“

”وہاں سے لایا ہے روہن تمہیں؟“

”ہاں۔ وہ آسانی سے خوش ہونے والا آدمی نہیں۔ اور میں نے اسے خوش

کر دیا تھا۔ اب میں اس کے لیے نرا ٹی کھلوٹا ہوں۔ مرد مجھے دیکھ کر شل ہو جاتے

ہیں۔ عورتیں مجھے دیکھ کر کڑھتی ہیں اور روہن خوش ہوتا ہے۔“

”اور تم؟“

”میں! میں قانع ہوں۔ بلکہ خوش ہوں۔ ہانگ کانگ کے اس اعلیٰ درجے کے

قبضہ خانے کی کاک پولیس میں میں دوسو سے زیادہ عورتیں تھیں۔ میں ان سب سے زیادہ

کامیاب ہوں۔“

”اور جب روہن کا دل بھر جائے گا تم سے تو؟“

”تو کیا تم اس سے بہتر کوئی شکل پیش کر سکتے ہو؟“ وہ غصے سے بولی۔

”کیوں نہیں۔ اگر محبت کے تند جذبے نے مجھے اور تمہیں ایک ساتھ جکڑ لیا تو

ہم نئے سرے سے زندگی شروع کر سکتے ہیں۔“

تب پہلی بار خرم نے نیلم کی ہنسی سی لیکن وہ خوش کن ہرگز نہیں تھی۔ ”تم بے

وقوف ہو خرم۔“ اس نے کہا۔

”اس بات سے تو میں بہت پہلے سے واقف ہوں۔ لیکن روہن کی عقل مندی

کے مقابلے میں مجھے اپنی حماقت بآبی زیادہ پسند ہے۔“

”تو پھر تم اس کے ساتھ شامل کیوں ہوئے؟“

”اس لئے کہ اس نے میری واحد صلاحیت کے بہت اونچے دام لگائے تھے۔“

”تم کیپٹن راکا سے خوف زدہ تھے؟“

اس بار خرم نے قہقہہ لگایا۔ نیلم گہرا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔ ”خوف زدہ

اور اس سے؟“ خرم نے حقارت سے کہا ”میں اس رشوت خور سے کیوں خوف زدہ ہونے لگا۔ وہ زیادہ سے زیادہ میرے ساتھ یہ کر سکتا تھا کہ مجھے سنگاپور کی فلائٹ پر بٹھا دے۔ پھر روبن نے جو پیشکش کی تو یہ بھی بتایا کہ میرے سسلے وہ کیپٹن راکا کو خرید چکا ہے اور ویسے بھی میرا اس جہاز کے ذریعے انڈونیشیا سے نکلتا خلاف قانون نہیں لیکن راکا نے اسے بڑی بات بنا دیا ہوگا۔ اس کا دھندا ہی یہی ہے۔“

”پھر آج راکا تمہارے لئے نہیں آیا تو کیوں آیا ہے؟“

”وجہ جو بھی ہو میری گڑیا، اس کی آمد کا سبب میں نہیں ہوں۔“

”تو پھر کیوں آیا وہ؟“

نیلیم کا لہجہ عجیب سا تھا۔ خرم الجھ گیا۔ اس نے ریٹنگ سے ٹیک لگاتے ہوئے ہنس کر کہا۔ ”اس بات کی نہ تمہیں کوئی پروا ہونی چاہئے نہ مجھے۔ روبن کا معاملہ ہے۔ وہی جانے۔ ہمیں تو صرف اپنے معاوضے کی فکر ہونی چاہئے۔ یہ کہتے ہوئے اس نے تیزی سے نیلیم کو اپنی بانہوں میں سمیٹا اور بغیر سوچے سمجھے ایک جسارت کر ڈالی۔ نیلیم پہلے تو اس کے سینے پر گھونٹے مارتی رہی۔ پھر اچانک خرم کو احساس ہوا کہ برف پیکل رہی ہے۔ جذبے جاگ رہے تھے۔

وہ علیحدہ ہوئے۔ خرم نے سگریٹ سلگائی اور نیلیم اپنے بکھرے بال درست کرنے اور اپ اسٹک تازہ کرنے میں مصروف ہو گئی۔

نیلیم کا چہرہ تاریکی میں تھا۔ خرم اس کا تاثر نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن نیلیم بولی تو اس کی آواز پہلے کی طرح بے تاثر اور سرد و دینس تھی۔ ”تم عورتوں کی قربت میں بہت جلدی بھڑک اٹھتے ہو؟“

”تمہاری قربت مجھے بہت تیزی سے بھڑکاتی ہے“

”چلو یہی سببی۔ مگر اس سے ہمیں حاصل کیا ہوا؟“

”میرے ساتھ چلو۔ ہم نئے سرے سے زندگی شروع کر سکتے ہیں۔ ابھی۔“

نیلیم نے نفی میں سر ہلایا۔ ”تمہیں نکالے جانے کے احکامات جاری ہو چکے

ہیں اور جیب میں تمہاری کچھ بھی نہیں ہے۔“

خرم نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن وہ پیچھے ہٹ گئی۔ خرم نے چیلنج کرنے والے انداز میں کہا ”تو ہم یہیں رہیں گے۔ تم میری چاہت کرو گی اور میری نگاہیں تمہارے چہرے پر جمی رہیں گی ہر وقت۔ میرے ہاتھ تمہارے لمس کو دن رات ترستے رہیں گے اور تم کسی اور کی زینت آغوش بنی رہو گی۔ صرف اس لئے کہ اس کے پاس دولت ہے۔ یہی چاہتی ہو تم؟“

”میں یہ نہیں چاہتی لیکن میرے لیے ہے یہی کچھ۔ اور کوئی بہتر موقع ملنے تک میں اسے قائم رکھنا چاہتی ہوں۔“

”اپنے خطرات سمیت محبت اس سے بہتر نہیں لگتی تمہیں؟“

”محبت!“ نیلیم کا لہجہ زہرا ہوا گیا۔ ”اسے محبت کہتے ہو؟ تمہارے خیال میں ایک تم ہی ہو، جس کے بارے میں اس طرح محسوس کیا ہے میں نے؟ اور کیا مجھے یہ خوش فہمی ہے کہ تمہیں اس انداز میں صرف میں نے متاثر کیا ہے؟“

”تو روبن بدستور تمہارا مالک ہے؟“

”اس نے جو کچھ خریدا ہے، اس کا وہ مالک ہے۔ میری بات سنو خرم!“ نیلیم کے لہجے میں گرم جوشی آگئی اور اس نے اپنا ہاتھ خرم کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ ”کوئی اور مقام ہوتا تو ہمارے لئے امید ہو سکتی لیکن یہاں کوئی امکان نہیں۔ روبن بہت خراب آدمی ہے۔ اگر اسے اندازہ بھی ہو جائے کہ ہمارے درمیان کچھ ہوا ہے تو وہ ہمیں ذلیل کرنے اور اذیت پہنچانے میں کوئی کمی نہیں چھوڑے گا۔ وہ تو ہمیں تباہ کرنے کی کوشش کرے گا۔ تم اسے نہیں جانتے۔ میں جانتی ہوں۔ وہ اپنی ضد پوری کے بغیر نہیں مانتا۔“

”میں خود بھی بڑا اڑیل اور مستقل مزاج آدمی ہوں۔“

”تم جتنا خود کو سمجھتے ہو، اس سے بڑے بے وقوف ہو خرم۔۔۔۔۔“

اس سے پہلے کہ خرم اس بات کی تردید کرتا، ایک چینی غلامی اس کا بلا دا لے کر آ گیا۔ روبن نے اسے بلوایا تھا۔

خرم فوراً ہی چوکنٹا ہوا۔ ”میں ہی کیوں؟ یہ کام تم اپنے کسی خلاسی سے بھی لے سکتے ہو۔“

روبن مسکرایا۔ ”اس وقت سب لنگر اٹھانے کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ اور تم تین ہزار ڈالر کے حوالے سے مقروض بھی ہو۔ اس کے عوض میں تم سے ایک چھوٹا سا کام لے رہا ہوں۔“ روبن کی باریک آواز بلند ہو گئی۔ ”یوں تمہیں اسے سمندر برد کرنے کا موقع بھی مل جائے گا۔“

خرم چند لمحوں سے دیکھتا رہا۔ پھر سر دلچپہ میں بولا ”صرف مقروض ہونے والی بات میرے دل کو لگتی ہے۔ اسی کے لیے میں تمہارا یہ کام کروں گا۔“ اس نے کیپٹن راکا کو بغلوں میں ہاتھ لے کر اسے اٹھایا۔ مدہوش کیپٹن راکا پوری کی طرح اس پر لد گیا۔

”روبن، اس کی ٹوپی سر پر رکھو اور اسے سہارا دو تاکہ میں اسے اٹھا سکوں۔“ خرم نے روبن سے کہا۔

روبن نے راکا کے سر پر ٹوپی بٹائی اور اسے سہارا دیا۔ خرم کچھ سہارا دیتا کچھ گھینٹا راکا کو باہر لے چلا۔ اندازاً ایسا، جیسے کسی شرابی دوست کو سہارا دے رہا ہو۔

”دور چھوڑ کر آنا۔“ روبن نے چیخ کر کہا ”زیادہ پریشان کرے تو کسی جھیل میں پھینک دیتا۔“

”میں کبھی خود بھی اس حال کو پہنچتا رہا ہوں۔“ خرم نے کہا۔ ”یہ سلوک تو میں اپنے بدترین دشمن کے ساتھ بھی نہیں کر سکتا۔“



بنامہ کے ایک خلاسی نے جہاز کی کشتی پر انہیں کنارے تک پہنچایا۔

ابتدا میں خرم نے راکا کو چلانے کی کوشش کی لیکن راکا نے اب ہاتھ پاؤں بالکل ہی چھوڑ دیے تھے۔ چنانچہ خرم اسے گھینٹا ہوا ساحلی گوداموں کی طرف لے گیا۔ راستے میں کئی بار اسے رک کر اپنی سانسیں درست کرنا پڑیں۔ اس دوران اس کے کان ممکنہ آہٹوں پر لگے ہوئے تھے۔ وہ کیپٹن راکا کے ساتھ اس حال میں پکڑا جاتا نہیں

روبن کے سوئٹ میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے ان کی نظر کیپٹن راکا پر پڑی، جو میز پر سر ٹکا ئے۔ کرسی پر کھرا زور دار خراٹے لے رہا تھا۔ اس کے سامنے ایک جام لڑھکا ہوا تھا اور کہنی کے پاس شیشیوں کی باسکٹ تھی۔ میز پر گری ہوئی شراب قطرہ قطرہ اس کی گود میں گر رہی تھی۔ روبن پورٹ ہول کے پاس کھڑا رگاز سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

نیلم نے تعجب سے روبن کو دیکھا۔

”اچھے مسلمان شراب کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے۔“ روبن نے مسکراتے ہوئے کہا

”کیپٹن راکا نے خدا کے حکم کی خلاف ورزی کی۔ یہ اس کا نتیجہ ہے۔“

”تمہارے معاملات منٹ گئے اس سے؟“ خرم نے پوچھا۔

”ہاں۔ وہ بھی خوش اور میں بھی مطمئن۔“

”لیکن اتنی سی دیر میں اس کی حال ہو گیا؟“

روبن نے تیز نگاہوں سے خرم کو دیکھا۔ لیکن خرم کی نگاہوں میں کوئی قابل اعتراض تاثر نہیں تھا۔ ”اب ایک مسئلہ درپیش ہے۔ ہمیں“ روبن نے کہا ”اسے گھر کیسے پہنچایا جائے؟“

”مسید ہی بات ہے۔“ خرم نے بے پروائی سے کہا ”کنارے لے جا کر اسے کسی رکشے میں بٹھو اور پولیس ہیڈ کوارٹر بھیج دو۔“

”یہ اتنا آسان معاملہ نہیں نواز۔ اس کے افسران کو علم نہیں کہ یہ یہاں آیا ہوا ہے۔ ظاہر ہے، رشوت لینے کوئی اپنے افسران کو بتا کر نہیں جاتا۔ اگر ہم اس کے لیے یہاں کشتی منکواتے ہیں تو بعد میں پوچھ گچھ پر کشتی والا پولیس کو یہاں پہنچا دے گا جبکہ ہمیں ایک گھنٹے بعد لنگر اٹھانا پڑے گا۔“

”لیکن یہ اس حال میں اپنے بیروں پر چل کر تو گھر نہیں جاسکتا۔“

”تم اسے چلاتے ہوئے مارکیٹ ایریا تک لے جاؤ۔ وہاں اسے کسی ٹیکسی میں بٹھا دینا۔“ روبن نے تجویز پیش کی۔

بالآخر وہ گوداموں کی حدود سے نکل کر ایک گنڈڑی تک پہنچ گیا، جو جنگل کی طرف سے آ رہی تھی۔ اس کے دوسرے سرے پر خرم کو بانسوں کا بیٹا ایک پل نظر آیا۔ پل کے دونوں طرف پھیل چکا تھا پانی نظر آ رہا تھا۔ آوازوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ پل کے پار مارکیٹ کے علاقے میں بڑی ہنگامہ مچی ہے۔

خرم نے فیصلہ کیا کہ چلانے کی اداکاری کو خیر باد کہہ دیا جائے۔ اس نے کیپٹن کو اٹھا کر اپنے کندھوں پر ڈال لیا۔ ایک گھنٹے درخت کے نیچے پہنچ کر وہ رکا اور اس نے کیپٹن کو نیچے اتار دیا۔ چند لمحوں میں اس نے آرام کیا اور اپنی ٹائی ڈھیلی کر دی۔ اسے احساس ہوا کہ اس کے کپڑے بالکل مسک گئے ہیں۔ پھر اسے ایک اور احساس ہوا۔

راکا اب خراسے نہیں لے رہا تھا۔ بلکہ وہ تواب سانس بھی نہیں لے رہا تھا۔ اس نے جبکہ کر راکا کے سینے پر کان لگا لیا۔ وہاں دھڑکن نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ اس نے اس کی کلائی تمام کر دیکھی۔ نفس بند ہو گیا۔ تھکنے پر خرم نے ٹٹول کر اپنی جیب سے لائٹر نکالا اور اسے جلا کر راکا کے چہرے کے قریب لے گیا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی لیکن بے نور تھیں۔ منہ سے نکل کر بیٹے والا جھاگ اس کے جڑے پر سوکھ کر جم گئے تھے۔

کیپٹن راکا مر چکا تھا!

خرم نے تیزی سے اس کی جینس ٹٹولیں۔ کوٹ کی جیب میں بڑا تھا۔ پیٹ کی جیب میں چند چھوٹے نوٹ تھے۔ اس کے علاوہ ایک رومال، امریکی سگریٹ کا ایک پیکٹ اور ایک سستا سا جاپانی لائٹر تھا۔ خرم نے بڑا کھول کر اس کا جائزہ لیا۔ اس میں پولیس کا شناختی کارڈ، ایک عورت اور ایک بچے کی تصویر اور پانچ سو روپے کے نوٹوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔

خرم نے بڑے کو رومال سے صاف کیا اور اسے احتیاط سے دوبارہ کوٹ کی جیب میں رکھ دیا۔ کچھ سوچ کر اس نے اس کا لائٹر اور سگریٹ کا کھلا ہوا پیکٹ اپنی جیب

پھر اس نے راکا کی بظلوں میں ہاتھ دے کر اسے اٹھایا اور اسے تھپتھپ کر درخت کے نیچے لے گیا۔ ٹوپی گر گئی تھی۔ اس نے اسے اٹھا کر جھاڑا اور بڑی احتیاط سے پھر راکا کے سر پر رکھ دیا۔ پھر وہ پلٹا اور واپس چل دیا۔

گوداموں کے درمیان پہنچ کر وہ رکا اور اس نے سگریٹ سلگائی۔ ایک مردہ انسان کی سگریٹ، مردہ انسان کے لائٹر سے! اس کے ہاتھ لرز رہے تھے، جسم پسینا اگل رہا تھا اور لگتا تھا، اسے بخار چڑھنے والا ہے۔ اس نے ایک دیوار سے ٹیک لگا کر کئی گھبرے گھرے کش لئے۔ اس دوران وہ سوچنے کی کوشش کرتا رہا۔

سوچو خرم..... سوچو..... وہ خود سے کہہ رہا تھا۔ ایک انسان مر گیا ہے۔ اور وہ تمہاری ہانپوں میں مرا ہے۔ راکا مر گیا لیکن شمیم کی آدھی بوتل پنی کر کوئی نہیں مارتا۔ کوئی نہیں مر سکتا۔ اس منحوس روبن کی حرکت ہے۔ اس نے قیمت ادا کر دی لیکن اس کی جیب سے کوئی بڑی رقم نہیں نکلی اور معاملہ صرف تمہارا نہیں، روبن نے اس سے کوئی ادکام بھی لیا ہوگا اور وہ کوئی ایسا کام تھا، جس نے راکا کو اپنی قیمت بڑھانے کا خیال بھادیا تھا۔ روبن تیل کے پتھر میں سے اور تیل کا پتھر بڑا خراب پتھر ہے۔ اس کے لیے سرکاری جھکموں میں دوستوں کا ہاتھ اندر ضروری ہے۔

پولیس والوں کا کوئی دوست نہیں ہوتا۔ لیکن تیسری دنیا کے ملکوں میں ان کے پاس طاقت بہت ہوتی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ کون سا کام کیسے نکالا جاسکتا ہے۔ اسی لئے کیپٹن نے اپنی قیمت بڑھادی تھی اور روبن نے اسے ٹھکانے لگا دیا۔ اس کی شراب میں زہر ملا دیا۔ ہو سکتا ہے، ریوالور کی نال کے زور پر اسے زہریلی شراب پلائی ہو۔ کیونکہ زہر سے بے ہوش ہو کر مرنا ریوالور کی گولی سے مرنے سے زیادہ آسان ہوتا ہے اور لاش روبن نے ایک بے وقوف پاکستانی پر لا دی تھی تاکہ کوئی مسئلہ کھڑا ہو تو اس کی گردن پھنسنے۔ وہ تو یہاں سے نکلا ہی اپنے تشدد کی بنیاد پر جارہا تھا۔ چالاک روبن۔ خرم کو نلیم کے الفاظ یاد آئے۔ تم خود کو جتنا سمجھتے ہو، اس سے زیادہ بے وقوف ہو۔

سگریٹ جل چکی تھی۔ اب فلٹر لگ رہا تھا۔ اس نے سگریٹ زمین پر پھینک کر جو تے سے مصل دی۔ اس کے سامنے دو راستے تھے۔ ایک یہ کہ یہیں، اسی وقت روہن کی گرفت سے آزاد ہو جائے اور اگلے روز دو بجے کی فلائٹ پکڑ کر منگاپور چلا جائے لیکن اس میں ڈر یہ تھا کہ اس سے پہلے ہی پولیس اسے پکڑ لے گی اور پھر وہ ہمیشہ جیل میں سزا رہے گا۔

دوسرا راستہ اس کے لیے واحد راستہ۔ وہ لیوں پر مسکراہٹ بجا کر واپس جائے اور روہن سے کہے کہ وہ راکا کو ٹیکس میں ٹھونس آیا ہے اور راکا اس وقت بھی خرائے لے رہا تھا۔ روہن یقین بھی کر لے گا۔ کیونکہ وہ اس بات پر یقین کرنے کا خواہاں ہوگا اور پھر؟ پھر وہ..... خرم نواز اپنا کام انجام دے گا، جس کے لیے روہن نے اس کی خدمات حاصل کی ہیں اور وہ مواقع کی تلاش میں رہے گا۔ کبھی نہ کبھی روہن اس کی زد پر آئے گا اس وقت وہ رحم کے لیے چلاتا رہے گا..... گر گزرائے گا۔ مگر اماں نہیں ملے گی۔ اس وقت وہ اس سے دولت ہی نہیں، نیکم کو بھی چھین لے گا۔ پھر وہ روہن کو راکا کی یاد دلانے گا اور راکا کی نشانی وہ سستا سالانہ سونپ دے گا۔

وہ جہاز پر پہنچا تو روہن عرشے پر ٹہل رہا تھا۔ اس کے ہاتھ پشت پر تھے اور سرخ نسوانی ہونٹوں میں سگار دبا ہوا تھا۔

خرم اس کے ساتھ قدم ملا کر چلنے لگا۔ روہن نے اسے دیکھا اور تیز لہجے میں کہا ”تم میری توقع سے جلدی آگئے۔ کوئی دشواری تو نہیں ہوئی؟“

”ذرا بھی نہیں۔“ خرم نے بے پروائی سے کہا ”میں نے اسے ایک رکشہ میں بٹھا کر رکشہ والے کو کرایہ دیا اور ہدایت کی کہ وہ اس کا نشانہ اترنے تک اسے گھماتا رہے اور اس کے بعد پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچا دے۔“

روہن بلند آواز میں ہنسنے لگا۔ ”بہت خوب نواز۔ شاندار! جب تک اس کا نشانہ اترے گا، ہم یہاں سے دور جا چکے ہوں گے۔“

”میرا خیال ہے، بہت ہی دور جا چکے ہوں گے ہم تب تک۔“ خرم نے کہا لیکن اسکا فلٹر روہن کے سر پر سے گزر گیا۔



آسمان چمکدار نیلا تھا اور سمندر شفاف آئینہ۔ جاوا جنوب کی سمت کافی پیچھے رہ گیا تھا۔ ڈیک پر کیوس کا ایک سائبان تان دیا گیا تھا۔ خرم اور نیکم نے پہلے دن کا بیشتر حصہ سائبان سے گزارا۔

گزشتہ رات کی کینکائی کے بعد اسے انہیں تنہائی میں ملنے کا کوئی موقع نہیں ملا تھا۔ وہ سوئمنگ پول میں ساتھ بیہرا کی کرتے تو روہن کی سر دنگا ہیں انہیں اپنا تعاقب کرتی محسوس ہوتیں۔ ساتھ ہوتے تو روہن تمام وقت بولتا رہتا۔ ہر موقع کے لیے اس کے پاس ایک قصہ موجود تھا۔ خرم تو اس کے قصے سن کر تنگ آچکا تھا۔ لیکن اس نے خود پر قابو پانا سیکھ لیا تھا۔ اسے روہن کو خوش اور خلوک و شہامت سے دور رکھنا تھا۔ اسے نیکم کی ضرورت تھی۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ اس کے لیے اسے وقت اور تنہائی کا انتظام کرنا ہوگا۔

اس اثنا میں اس نے اطالوی افسروں سے تعلقات قائم کرنا شروع کر دیے تھے۔ ان میں نوجوان آرنو تھا۔ ابلی مکیو تھا، گھوڑے جیسے چہرہ والا فلورنٹیو تھا، جو جہاز کے انجن چلاتا تھا۔ وائریس آفیسر گائیڈو تھا، جس کا تعلق مپیلو سے تھا۔

اس شام جازنوں نے اس سے اپنے سابقہ رویے پر معافی مانگی اور اسے اپنے کیمین میں لے گیا۔ اس نے ونکی سے اس کی تواضع کی اور باہمی اتحاد کی باتیں کرتا رہا۔ ”میں شپ کا کیمپٹن ہوں۔ مجھے عام افسروں کے مقابلے میں پورٹ پراپے کاموں کو نمٹانے کے لیے نصف وقت ملتا ہے۔ جبکہ تم آزاد آدمی ہو۔ راہیلے کر سکتے ہو۔ میری طرف سے۔ ہم مل کر زبردست برٹس کر سکتے ہیں۔“

خرم نے وعدہ کیا کہ وہ اس پر غور کرے گا۔ پھر وہ کیمین سے نکلا اور سائبان کی طرف چل دیا، جہاں روہن اور نیکم موجود تھے۔

نیکم کو وہاں تنہا موجود پا کر اسے حیرت ہوئی۔ وہ میگرن کی درد گردانی کر



رہی تھی۔ اس کی آنکھیں سن گھاسز کے پیچھے چھپی ہوئی تھیں۔ خرم اس کے برابر ہی بیٹھ گیا۔ ”روبن کہاں ہے؟“ اس نے پوچھا۔

نیلم نے سر اٹھا لے بغیر کہا ”اپنے کیمین میں۔ یہ گرمی اس کے لیے ناقابل برداشت ہے۔ کہہ کر گیا ہے کہ ڈرنک آرام کرے گا۔“

”گڈ۔ تو ہم بات کر سکتے ہیں۔“

مختصر سی۔ کیونکہ میں بھی نیچے چاری ہوں۔“

”بات سنو کر یا۔“ خرم کے لہجے میں برہمی آگئی۔ ”یہ باتیں ہم پہلے بھی کر چکے ہیں۔ مجھے ہر مکالمہ زبانی یاد ہے لیکن یہ نیا ایک، نیا سین اور نئی پیچیدگیاں ہیں اور تم پسند کرو یا نہ کرو، تم لوٹ ہو اس کھیل میں۔“

”خرم، میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ میں انٹرسٹ نہیں ہوں۔ میں لوٹ نہیں ہوتا چاہتی۔ وجہ میں تمہیں پہلے ہی بتا چکی ہوں۔“

”سوئٹ ہارٹ! اب بات قتل تک پہنچ گئی ہے۔“ خرم نے نرم لہجے میں کہا۔ کوئی خاص رد عمل ظاہر نہیں ہوا۔ نیلم نے کہا ”مجھے کیا؟“

”سنو نیلم! گزشتہ رات.....“

”جو وہ اسے بھول جاؤ۔ وہ بس ایک کمزور شخص تھا۔“

”تم نے کہا کہ میں بے وقوف ہوں اور.....“

”ادرا ب یہ بات تمہیں خود بھی معلوم ہوگئی۔“ نیلم نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا ”نو پلیر! اب مجھے اپنی حماقتوں میں شامل نہ کرو۔ اب بولو، تم جارہے ہو یہاں سے یا میں چلی جاؤں؟“

”میں چلا جاتا ہوں۔“ کہہ کر خرم اٹھا اور چند لمحوں کے نیلم کو دیکھتا رہا پھر وہ بولا تو اس کے لہجے میں سختی اور باتوں کی سختی۔ ”تم نے سخت زندگی گزار رہی ہے نیلم اور جو کچھ تم نے پایا ہے، اسے گنوانے سے ڈرتی ہو لیکن سختی ابھی اور بڑھے گی اور روین تمہاری کوئی مدد نہیں کرے گا۔ جب وہ وقت آئے گا تو تمہیں میری باتیں یاد آئیں گی۔ میں تمہاری مدد

کرنا چاہتا ہوں مگر اسی وقت کر سکتا ہوں، جب تم بھی میری مدد کرو۔“

نیلم نے سن گھاسز اتار دیے۔ اس کی آنکھوں میں پریشانی اور خوف ہو رہا تھا۔ وہ اسے ایک طویل لمحے کے بعد دیکھتی رہی پھر نفی میں سر ہلانے لگی۔ ”خرم تمہاری مدد کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ میری مدد بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ ہم دونوں بری طرح پھنس چکے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ مجھے یہ بات معلوم ہے، تمہیں معلوم نہیں ہے۔ اب خدا کے لیے میرا پیچھا چھوڑ دو۔“

خرم بڑبڑاتا ہوا پلٹا اور واپس چل دیا۔ میگزین نیلم کے ہاتھ سے پھسل گیا تھا۔ وہ بہت خوف زدہ لگ رہی تھی۔



وائریس آپریٹر گائیڈ واپنی کرسی پر پچھل کر بیٹھا سنگا پور ریڈیو کے انگلش پلیٹن کا منتظر تھا۔ خرم نے اس کے کیمین میں جھانکا تو اس نے سر اٹھا کر خرم کو دیکھا۔ اس کے لبوں پر خیر مقدمی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ ”آؤ دوست، اندر آ جاؤ۔“

گائیڈو نے سوچج آن کیا۔ اسپیکر پر نیوز ریڈر کی آواز ابھری۔ ”ہمارے نمائندے نے چکارہ سے اطلاع دی ہے کہ انڈونیشی پولیس ایک آئل کیمپنی کے سابق ملازم خرم نواز کو تلاش کر رہی ہے تاکہ اس سے چکارہ پولیس کے ایک سینئر انسپکٹر راکا کے قتل کے سلسلے میں پوچھ گچھ کی جاسکے۔ خرم نواز، جس کے پاکن بارو کے علاقے میں ایک کارکن پر تشدد کے الزام میں ملک سے نکالے جانے کے احکامات جاری ہو چکے ہیں، گزشتہ رات سے غائب ہے۔ پولیس انٹر پورٹ اور بندرگاہوں کی کڑی نگرانی کر رہی ہے تاکہ خرم فرار ہونے کی کوشش کرے تو.....“

”یہ تو تم ہو۔“ گائیڈو نے خرم کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہاں، میں یہاں ہوں گائیڈو۔“

”پولیس والے کو مارا۔ بڑی بات ہے بھی۔“ گائیڈو کی آنکھوں میں ستائش چمک رہی تھی۔ نے ہلو کے لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ”ہوا کیا تھا جتا ب؟ اس نے آپ

کی مجذوبہ چرا لی تھی یا.....“

”میں نے اسے قتل نہیں کیا گا ہیڈو“ خرم نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا ”کیا میں تم پر اعتبار کر سکتا ہوں کہ تم کم از کم دو دن تک اس خبر کا تذکرہ کسی سے نہیں کرو گے؟“

”ارے دوست، بے فکر ہو۔ تم مجھ پر اعتبار کر سکتے ہو۔“

”شکریہ۔ لیکن گا ہیڈو، میں نے اسے قتل نہیں کیا۔“ خرم اٹھا، اس نے ایک ہاتھ کا ٹھونسا دوسرے ہاتھ کی پتیلی پر مارا۔ اب وہ بری طرح پھنس چکا تھا۔ اب اس کھیل سے نکلنا ممکن نہیں تھا واپسی کا ہر راستہ بند ہو چکا تھا۔



تیسری رات روہن نے خرم کو اپنے اسٹیٹ روم میں طلب کیا۔ کیپٹن جازنون اور غلام بھی وہاں موجود تھے۔ روہن ایک نقشے پر جھکا ہوا تھا۔

وہ کیمین میں داخل ہوا تو انہوں نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ روہن نے بڑی گرم جوشی سے اسے خوش آمدید کہتے ہوئے نقشے کی طرف اشارہ کیا۔

”آج بڑا زبردست دن ہے خرم۔ یہاں آؤ اور دیکھو۔“ روہن کی موٹی انگلی سفر کے آخری مرحلے کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ اس کی آواز احساس فتح مندی سے سرشار تھی۔ ”اس وقت ہم یہاں ہیں اور یہ آگے جو بے سلاسا جزیرہ ہے، یہ سلازار ہے۔ کیپٹن جازنون کا کہنا ہے کہ آج دوپہر کے بعد ہم جنوبی سرے سے نکل چکے ہوں گے۔ وہاں سے.....“ اس کی انگلی شمال کی سمت متحرک ہوئی۔ اس نے ایک مقام پر پنسل سے دائرہ بنایا۔ خرم اس مقام کا نام پڑھنے کے لیے آنکھوں پر زور ڈال رہا تھا مگر روہن نے خود ہی اسے بتایا۔ ”ہم اپنی منزل پر پہنچنے ہی والے ہیں۔ جزیرہ کا رنگ شارو جیکینی اعتبار سے یہ انڈونیشی علاقہ ہے۔ لیکن غلام یہاں ایک سلطان کی حکومت ہے، جس کے آباد اجداد صدیوں سے اس جزیرے پر حکمرانی کرتے چلے آ رہے ہیں۔ کارنگ شارو اور ارد گرد کے جزائر میں سلطان کی مطلق العنانی ہے..... اس کا حکم چلتا ہے۔“

”تو وہ سروے یہاں کیا گیا تھا؟“ خرم نے کہا ”تمہیں یہ کیسے پتا چلا کہ یہاں تیل نکلنے کے امکان موجود ہے؟“

روہن نے ہچکچائے بغیر جواب دیا۔ ”اس کے لیے میں کیپٹن جازنون کا احسان مند ہوں۔ جازنون نے میری توجہ اس طرف دلائی تھی۔ میں نے سلطان سے رابطہ کر کے سروے کی اجازت لی اور بعد میں بہت معقول شرائط پر تیل نکالنے کا اجازت نامہ حاصل کیا..... انڈونیشی حکومت سے۔“

”یہ وہ حصہ ہے، جس میں مجھے دلچسپی ہے۔“ خرم نے کہا ”وہ اجازت نامہ کیسے حاصل کیا تم نے؟ میں آئل مین ہوں اور جانتا ہوں کہ بہت بڑے اداروں تک کو اجازت نامہ بڑی مشکل سے ملتا ہے۔“

روہن مسکرایا اور اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ ”یہ اثر رسوخ کی بات ہے نواز۔ میری رسائی درباروں تک بھی ہے اور پارلیمان تک بھی۔“

”چھوڑو۔ میرا سوال ہی احمقانہ تھا۔“ خرم نے نرم لہجے میں کہا ”یہ بتاؤ، اس جزیرے کی بندرگاہ کیسی ہے؟“

روہن اب اسے تنگ آمیز نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

”میں اب مستقبل کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔“ خرم نے بات آگے بڑھائی۔ ”بہت سے معاملات ہیں۔ تیل نکالنا ایک بات ہے اور اسے مارکیٹ تک پہنچانا دوسری بات۔ ایسے میں ذرائع نقل و حمل کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ تمہارا پروجیکٹ بہت بڑا ہے۔ جبکہ وہ جزیرہ اتنی دور اور دنیا سے کٹا ہوا ہے۔“

”روہن نے تیز لہجے میں کہا ”اس کی فکر کرنے کی ضرورت نہ تمہیں ہے اور نہ مجھے۔ ہمیں تو صرف کتنا کھودنا ہے۔“

”یعنی اس کے بعد تم اپنی اس نوازائیدہ کمپنی کو فروخت کر دو گے؟“

”تم بہت تیز ہو۔“ روہن نے نرم لہجے میں کہا ”بہت چالاک ہو تم۔ جازنون، میرا خیال ہے، ہم نے ہر اعتبار سے موزوں ترین آدمی کا انتخاب کیا ہے۔“

جائزوں نے خرم کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا ”میں نے تو ایک نظر دیکھتے ہی تمہیں بتا دیا تھا روہن یہ اچھا آدمی ہے۔ ذہین بھی ہے اور دور تک دیکھنے کی اہلیت بھی رکھتا ہے۔“

”میں اپنے کام کے بارے میں پوری طرح باخبر رہتا چاہتا ہوں۔“ خرم نے کہا۔ ”تمہارے پاس کوئی خریدار بھی ہے۔ نہ ہوتا تو اتنی زحمت کبھی نہ اٹھاتے۔“ روہن کی مسکراہٹ معدوم ہو گئی تھی۔ ہونٹ ہچکچ گئے تھے۔ آنکھیں دھندلا سی گئی تھیں۔ وہ بولا تو اس کے لہجے میں بھی برقی تھی۔ ”یہ میرا درد سر ہے خرم۔ تمہارا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔“

”نہیں روہن۔ میرا واسطہ بھی ہے۔ میں جانا چاہتا ہوں۔“ خرم کا یہ جملہ دھماکا خیز تھا۔ جائزوں کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ ٹیلم کی آنکھیں استعجاب سے پھیل گئیں۔ روہن اور خرم ایک دوسرے کے سامنے تن گئے تھے۔ بالآخر روہن نے کہا ”تم ایک ڈرر ہو نواز“ وہ نے تلے لفظوں میں بات کر رہا تھا۔ ”تمہیں زمین کا سینہ چرنے کا معاوضہ مل رہا ہے۔ یہ کچنی شیئر ہولڈرز اور ڈائریکٹرز کی ہے۔ اس سے تمہیں اختلاف ہے تو وہ میں ضرور سننا چاہوں گا۔“

”معقول بات ہے۔ سن لو۔ تم نے ڈرر کی حیثیت سے میری خدمات حاصل کیں۔ معاوضہ ملے ہو گیا۔ ایسے میں مجھے کچھ پوچھنے کا حق حاصل نہیں لیکن تم نے مجھے پوری بات بتائے بغیر ایک پکڑ میں چھنسا دیا۔ اب میں سمجھتا ہوں کہ مجھے ایک نئے کانٹریکٹ کی ضرورت ہے۔“

”میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا!“

”یہیں سمجھاؤں یا تنہائی میں سمجھتا چاہتے ہو؟“

”یہیں اور اسی وقت۔“

”تو ٹھیک ہے۔ چکارہ سے جس شخص نے تمہیں اجازت نامہ دلا یا، وہ کیپٹن راکا تھا۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس نے تمہیں کس قسم کی دستاویزات فراہم کیں۔ لیکن میرا

خیال ہے، وہ اس وقت ضرور موٹر بائرن ہو گیا، جب تک تم تیل نکال کر اپنی کمپنی کسی کوچ کرکھک نہیں لیتے۔ راکا تم نے زیادہ مال کھینچنے کے چکر میں تھا۔ سو تم نے اسے زہر دے دیا۔ اسے چھوڑنے میں گیا۔ اس کا دم میرے بازوؤں میں نکلا۔ میں اسے گودی سے کوئی ایک میل دور ایک درخت کے نیچے چھوڑ کر آ گیا۔ بعد میں راکا کے ممکنہ قتل کی حیثیت سے میرا نام سنگاپور ریڈیو سے نشر ہوا۔ یہ بات مجھے پسند نہیں آئی۔ میں گمن کے سامنے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے والا آدمی نہیں ہوں۔ میں چاہتا ہوں، تم میرا پرانا معاہدہ بچاؤ دو اور نیا معاہدہ کھلو۔“

روہن کی نگاہیں ایک لمحے کے لیے بھی خرم کے چہرے سے نہیں ہٹی تھیں۔ اس نے سرگوشی میں کہا ”ٹیلیم..... تم باہر جاؤ اور اس وقت تک باہر رہو، جب تک میں نہ بلواؤں۔“

وہ تیزی سے باہر چلی گئی۔ خرم نے اس کے لیے دروازہ کھولا اور اس کے جانے کے بعد بند کر لیا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو روہن کے ہاتھ میں ریوا لور تھا۔ ”نواز، موت اس وقت تم سے بہت قریب ہے اور تم اس وقت گمن کے سامنے بیٹھے ہو۔ کتنا کہنا ہے تمہیں؟“

ریوا لور کی نال اس کے دل کو گھور رہی تھی۔ خرم مسکرایا۔ اس نے ایک سگریٹ سلکا لی اور اسے اٹھوٹے کے ناخن پر تھپتا رہا۔ پھر اس نے راکا کا لائسنس سے سگریٹ لگائی۔ کس لے کر دھواں اس نے روہن کے چہرے کی طرف اچھالا۔ ”ریوا لور رکھ دو اور کاروبار بات کرو مجھ سے“ اس نے کہا۔ ”غلطی کی ہے تو اعتراف کیوں نہیں کر لیتے۔ ہم نئے سرے سے سب کچھ شروع کر سکتے ہیں۔“

”اور اگر میں نہ مانوں تو؟“

”تو تم میری کھوپڑی تو اڑا سکتے ہو لیکن.....“ اس نے نقشے کی طرف اشارہ کیا۔ ”نئے ڈرر کی تلاش تمہارے لئے آسان نہیں ہوگی۔“

جائزوں نے جلدی سے کہا ”یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ روہن۔ اس کی ضرورت

روبن کے سر دلچے نے اسے بیٹھنے پر مجبور کر دیا۔ ”خرم نواز بہت اچھا کاروباری ثابت ہو رہا ہے۔ یہ جانتا ہے کہ جتنا چاہئے، وہ اس سے زیادہ طلب کرتا چاہئے۔ ٹھیک ہے نواز، میں فیصد کافی ہے۔“

”بچپن میں صد کہوتو میں بھول سکتا ہوں کہ تم نے میری سادھ کو کتنا نقصان پہنچایا ہے۔“

”ہیں۔“ جازنوں نے میز پر گھونسا مارتے ہوئے کہا۔

”ڈن“ روبن نے خرم سے کہا۔ پھر وہ جازنوں کی طرف مڑا۔ ”اسے حصہ میرے شیر خور میں ملے گا، تمہارے شیر خور میں سے نہیں۔“

”اور معلومات اور دستاویزات؟“ خرم نے یاد دلایا۔

روبن نے سر کو تھپی جیش دی۔ ”جب چاہو دیکھ لیتا۔“

”اور یہ معاہدہ تحریری ہوگا؟“

”ہاں کارنگ شمارو بیچنے سے پہلے ہی ہو جائے گا اور کچھ؟“

”بس اتنا کافی ہے۔“

”مڈلڈ۔ اب وہ بات ہو جائے، جس کے لئے ہم یہاں جمع ہوئے ہیں۔“

جزیرے پر بیٹھنے کے بعد کا لائحہ عمل طے کرتا ہے ہمیں۔“

”روبن درجیش مہم کی تفصیلات بیان کرتا رہا۔ خرم کی پوری توجہ اس کی طرف نہیں تھی۔ اس کے ذہن میں ایک سوال رہ رہ کر ڈنک مار رہا تھا۔ روبن نے ایک ایسے شخص کا اتنا بڑا مطالبہ اتنی آسانی سے کیوں مان لیا، جسے وہ آسانی سے تباہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے؟ اور اس سوال کا جواب تو جازنوں کے پاس بھی نہیں تھا۔ ورنہ وہ اتنا براہم کیوں ہوتا۔“

جازنوں منہ بھلائے بیٹھا تھا۔ پوری میٹنگ کے دوران اس نے ایک بار بھی خرم سے بات نہیں کی۔

”سب سے پہلے انڈینیشی حکومت کے اجازت نامے کی بات ہو جائے۔ خرم

ہے ہمیں۔ ورنہ پورا شیڈول تباہ ہو جائے گا اور بات کرنے میں نقصان ہی کیا ہے۔“

کشیدگی کچھ کم ہو گئی۔ روبن نے ریڈ اور میز پر رکھ دیا اور کرسی پر پھیل کر بیٹھ گیا۔ ”ٹھیک ہے کہو۔“ اس نے کہا۔

”پہلی بات تو یہ ہے کہ مجھے اس پروجیکٹ کے متعلق مکمل معلومات چاہئیں۔ میں تمام دستاویزات، تمام خط و کتابت اور کبل پٹنامات دیکھوں گا۔ میں اندھیرے میں رہ کر کام نہیں کروں گا۔ پھر مجھے کتنی میں حصہ بھی ملنا چاہئے۔“

”کتنی؟“ روبن کا لہجہ بے تاثر تھا۔

”جازنوں کو کتنا دے رہے ہو تم؟“

”میں فیصد۔“

”میں میں فیصد لوں گا۔ اس کے باوجود کنٹرول تمہارا ہی رہے گا۔“

”اور کچھ؟“

”ہاں۔ کتنی کی فروخت کے مذاکرات سے مجھے باخبر رکھا جائے اور مجھے میرا حصہ براہ راست خریدار سے حاصل ہونے والی رقم سے ادا کیا جائے۔“

”اور تم یہ توقع کیسے کرو گے کہ ایسا ہی ہوگا؟“

”سیدھی سی بات ہے۔ اگر تم بعد میں مجھے دھوکا دینے کی کوشش کرو گے تو میں خریدار کو کمیشن راکا کے متعلق سب کچھ بتا دوں گا۔ اس کے بعد وہ اجازت نامے کے متعلق چکارے سے تصدیق کرے گا۔ یوں اسے پتا چل جائے گا کہ تمہارے پاس فروخت کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔“ وہ دھوکے کے بیج مسکرایا۔ ”اور یہ تم بھی نہیں چاہو گے۔“

روبن کے لبوں پر بے حد زہریلی مسکراہٹ ابھری۔ ”تم نے سچ بہت اچھے کھیلے نواز لیکن تم ایک بات بھول گئے۔ تم قتل کے الزام میں مطلوب ہو پولیس کو۔“

”وہ تو تم بھی ہو۔ بس ثابت کرنے میں ذرا زیادہ وقت لگے گا۔“

”تم حد سے گزر رہے ہو۔“ جازنوں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

ایک بہت بڑا نام تھا۔ وہ تیل کی تلاش کرنے والی چھوٹی کمپنیوں پر بھاری سرمایہ کاری کر کے بہت کثیر منافع کمانے کے معاملے میں لاثانی تھا۔ اس کے پاس وسائل کی بہتات تھی اور منافع کی خوشبو اسے دور سے ہی آ جاتی تھی۔

خرم یوں منہ چلانے لگا جیسے منہ میں کوئی مڑے دار ٹائی آگئی ہو۔

”کوئی بات مضحکہ خیز لگتی ہے تمہیں؟“ روبن نے چڑ کر پوچھا۔

”ہاں۔ میں سوچ رہا تھا موری سن خود بھی ایک لیئر ہے۔ ہے نا؟ اور تم اسے لوٹ رہے ہو۔ مجھے اس محرکے کے نتیجے میں دلچسپی ہے۔“

”اب جمع کا صیغہ استعمال کرو۔ ہم اسے لوٹنے والے ہیں۔“ روبن نے خشک لہجے میں کہا ”اب ہم پائرز ہیں۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھا کرو۔“

”موری سن اس وقت کہاں ہے؟ وہ کب سامنے آئے گا؟“

”وہ اس وقت سفر میں ہے۔ تل ہئی، یوگین دل، نو میا ہسٹری اور پھر وہ نیو گنی جانے گا۔ وہ اپنے بحری جہاز میں سفر کر رہا ہے۔ اس کی کارنگ شروع ہفتے میں متوقع ہے۔ اس سے پہلے ضرورت پڑگئی تو ہم اسے ریڈیو پر پیغام بھجوادیں گے۔ وہ مصر ہے کہ ذاتی طور پر معائنہ کے بغیر خریداری کا معاہدہ نہیں کرے گا۔ یعنی ہمارے پاس اسے دکھانے کے لیے کچھ ہونا چاہئے۔“

”آدمی عقل مند ہے۔“ خرم ہنس دیا۔ ”اس کی جگہ میں ہوتا تو میں بھی یہی کرتا۔ ایک بات بتاؤ، اسے تمہارے جکار یہ مشنری والے کاغذات پر خشک نہیں ہوگا۔“

”تیل کی بو اسے دیوانہ کر دیتی ہے۔ اور پھر ہم کھلے عام کام کر رہے ہیں۔ یہ ہماری مضبوطی ہوگی۔ کاش میں اس وقت اس کا چہرہ دیکھ سکوں، جب انٹرنیشنل حکومت اسے جزیرے سے نکل جانے کا حکم دے گی۔“

”گلتا ہے تم اسے ناپسند کرتے ہو؟“

”میں اس کے ساتھ برنس کر چکا ہوں۔“ روبن نے اداس لہجے میں کہا۔ ”دس سال پہلے اس ان سے مجھے اپنے دفتر سے دھکے دے کر نکالا تھا۔ وہ حساب برابر کرنے

نے ٹھیک سمجھا کہ وہ ایک غیر مستحضر دستاویز ہے، روبن کہہ رہا تھا ”وہ کمپنن را کا نے ایک سنیر افسر کو بلیک میل کر کے حاصل کیا تھا۔ بہر حال وہ دستاویز جعلی نہیں لیکن میرا خیال ہے، متعلقہ وزارت کو اس کے وجود کا علم بھی نہیں ہوگا اور جس نے وہ اجازت نامہ جاری کیا ہے، فی الوقت وہ اسے بھول جائے ہی میں اپنی غایت سمجھے گا۔ جب اس سے جواب ملے گی، تبھی وہ حرکت میں آئے گا۔ اس وقت تک ہم کنواں کھود کر قانونی طور پر اپنی کمپنی فروخت کر کے نفع جیب میں رکھ چکے ہوں گے۔ ہمارا پہلا مسئلہ کارنگ شارڈ کا سلطان ہے۔ میں بتا چکا ہوں کہ وہ وہاں مطلق العنان حاکم ہے۔ جکارے والے بھی غیر ضروری طور پر اس سے الجھنا نہیں چاہیں گے۔“

”اہم بات یہ ہے کہ وہ دور قدیم کے بادشاہوں جیسا ہے۔ اس کے ساتھ بڑا پر تکلف رویہ رکھنا ہوگا۔ ہم ان اجنبیوں کی حیثیت سے اس تک پہنچیں گے جو اسے یعنی دانائے عالم کو خراج تحسین پیش کرنے آئے ہیں۔ دانائے عالم اس کا لقب ہے۔ ہم اپنے جہاز پر اس کا استقبال کریں گے اور ہمارا جوابی استقبال اس کے محل میں ہوگا۔ تحائف پیش کرنے کے بعد امید ہے کہ ہمیں اس کی طرف سے شہائی مہر لگا اجازت نامہ عطا ہوگا۔ اس کے بعد قسمت ہمارے ساتھ رہی تو ہم فوری طور پر کام شروع کر سکیں گے۔“

”اور یہ خرافات تمہارے خیال میں کتنے دن جاری رہے گی؟“

”ایک یا دو دن۔ اس سے زیادہ نہیں۔ پھر تم سامان اتروانا شروع کر دیتا۔“

میں تمہیں دستاویزات کے ساتھ پلائیئر اور آلات کی ایک فہرست بھی دوں گا چیک کر لیتا کہ کچھ اور تو نہیں چاہئے۔“

”مجھے یقین ہے کہ ضرورت کی ہر چیز موجود ہوگی۔“ خرم نے سٹائی لہجے میں کہا۔ ”بس پھر ہمیں کام کرنا ہوگا۔ یہ بتاؤ کہ خریداری کب نمودار ہوگا اور کہاں سے؟“

”خریداری اسکاٹ موری سن۔ جانتے ہو اسے؟“

”خرم سنی بجا کر رہ گیا۔ اسکاٹ موری سن تیل کے آزاد کاروباری لوگوں میں

کے لیے میں نے طویل انتظار کیا ہے۔ اب شاید ہم وہ حساب برابر کر دیں لیکن اس کا انھما رقم پرے نواز۔“

”مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی۔ میں بہتر محسوس کرنے لگا ہوں۔“

روبن نے اسے سرد لگا ہوں سے دیکھا اور میز پر رکھا ہوا رولور اٹھالیا اور اسے انگلیوں میں نچانے لگا۔ ”تم نے اپنے پتے بہت اچھی طرح کھیلے خرم۔“ اس نے سرسری انداز میں کہا ”میں اس بات پر تم سے چڑ نہیں رہا ہوں لیکن زیادہ اونچا اڑنے کی کوشش نہ کرتا۔ یہ خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔“

”میں منکسر المزاج آدمی ہوں روبن۔ ایک بازاری جیت کر مطمئن ہوں اور اس وقت تک مطمئن رہوں گا، جب تک میری جیت میری ہے۔“ خرم نے کہا۔ یہ کہتے ہوئے وہ دل میں سوچ رہا تھا۔ تمہیں معلوم ہی نہیں روبن کہ میں نے کتنا بڑا داؤ لگایا ہے۔

خرم اگلے دو گھنٹوں کے دوران اپنے کمپن میں دستاویزات کا معاملہ کرتا رہا۔ دستاویزات اور خط و کتابت کا بہت بڑا ذخیرہ روبن نے اسٹیٹ روم سے نکلنے سے پہلے اس کی گود میں ڈال دیا تھا۔

کاغذات میں سب سے دلچسپ بات اسے یہ تھی کہ روبن کے دستخط کہیں نہیں تھے۔ خط و کتابت پر سنگاپور کی کمپنی ساؤتھ ایسٹ ایشیا منرل ریسرچ لمیٹڈ کے ٹینٹنگ ڈائریکٹر جاؤ ڈا سلوا کے دستخط تھے۔ کچھ سوچ کر روبن نے کاغذات میں اس کمپنی کا میوریٹم بھی شامل کر دیا تھا، جس سے پتا چلتا تھا کہ یہ کمپنی ایک سال پہلے سنگاپور میں قائم کی گئی ہے۔ اس کمپنی کے تین حصے اور تھے۔ جان مارٹن، ولیم جانزون، اور جاؤ ڈا سلوا۔ کمپنی کا سرمایہ پچاس ہزار پاؤنڈ اسٹرنلنگ تھا۔

اگلی دستاویز سے روبن کی خود اعتمادی کا اندازہ ہوتا تھا۔ یہ پتا بھی چلتا تھا۔ کہ وہ اس معاملے کو جلد از جلد نمٹانے کے لیے کتنا بے تاب ہے۔ وہ ساؤتھ ایشیا منرل ریسرچ اور اسکاٹ موری سن انٹرپرائز کے درمیان فروخت کا معاہدہ تھا۔ معاہدہ کی تمام

کاپیوں پر رقم کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی تھی۔ دستخط کی جگہ بھی خالی چھوڑ دی گئی تھی۔ اور دستخط روبن کو نہیں جانزون کو کرنے تھے۔ اس معاہدے کی آخری شق سب سے زیادہ اہم تھی۔ وہ یہ تھی کہ کیبل کے ذریعے یہ اطلاع ملے گی کہ خرید کنندہ کا چیک ڈیپازٹ ہو گیا ہے اور رقم فرشتہ کے اکاؤنٹ میں جمع ہو گئی ہے، معاہدہ موثر ہو جائے گا۔

یعنی سوے کی رقم کا تعین ہوتے ہی پورا معاملہ وہیں منٹ جاتا۔ نیو یارک سے ریڈیو پیغام کے ذریعے ادا سنگی کی تصدیق ہو جاتی۔

اور معاملہ منٹے ہی روبن پناہ مانگا، لنگر اٹھواتا اور لاکھوں ڈالر کمانے کے بعد امیر تر ہو کر سمندر کی طرف نکل لیتا۔ موری سن اور اس کے وکیل انجینیئرز زمین پر برسوں ایک لاکھ حاصل کیس لڑنے کے لیے رہ جاتے اور کوئی الزام آتا بھی تو جانزون پر، روبن کے ہاتھ صاف ہوتے۔

آخری دستاویز ایڈوکیٹیشن حکومت کا اجازت نامہ تھا۔ وہ چندہ صفحات پر مشتمل دستاویز تھی، جو ملاوی زبان میں تھی۔ ساتھ میں دستاویز کی ترجمہ بھی تھا۔

دستاویز کے اصلی ہونے میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ مسئلہ نفس مضمون کا تھا اور دستاویز کے آخر میں ثبت دستخط کا نفس مضمون میں ابہام بہت تھا دوسری بات یہ کہ کوئی بھی ایسا افسر، جس کی فائلوں تک رسائی ہو، بے آسانی ایسی دستاویز تیار کر کے تمام ضروری سرکاری مہرین لگا سکتا ہے لیکن اگر اس کے پاس اتھارٹی ہی نہ ہو تو وہ مہرین اور دستخط بے کار تھے۔ ان کی اہمیت صرف دستخط کرنے والے کے تئیں ہی کچھ ہو سکتی تھی اور وہ دستاویز جس شخص کے ہاتھ پہنچ جاتی، وہ کاغذ کے ایک بے کار پرزے پر آہل کمپنی قیصر کر رہا ہوتا۔

خرم، روبن کی چالاکی اور عیاری کو سراہے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ واقعی لیرا تھا۔ جرات مند اور عذر..... اپنے جیسے دوسرے لوگوں کی طرح اس کے لیے پر تشدد انجام کی توقع کی جاسکتی تھی..... یعنی پشت میں گولی کی۔

تہلی کا کواں سامنے آنے تک خرم محفوظ تھا۔ اس لیے کہ اس کا ضرورت

خرم کو شکاک لگا۔ اس کے بدن پر لمبے لمبے نسل پڑے تھے۔ یہ نیشی تھا کہ اسے ہنسرے مارا گیا ہے۔

”اور یہ رات کی بات ہے۔“ نیلیم نے کہا ”اور جانتے ہو، مجھے مارتے ہوئے وہ ہنس رہا تھا۔ کہہ رہا تھا میرا جسم صرف اسے مسرت دینے کی چیز ہے، دوسرے مردوں کو نہیں! اب سمجھے کہ وہ کیسا آدمی ہے؟“

خرم دیر تک اسے محبت اور ہمدردی سے دیکھتا رہا۔ اس کا وجود غصے اور نفرت سے اہل رہا تھا۔ بہت نرمی سے اس نے نیلیم کے کندھے کے ایک نسل پر اپنے لب رکھ دئے۔ پھر اس نے اسے بستر پر بٹھالیا اور بڑے نرم لہجے میں اس سے بولتا رہا۔ اس لہجے میں اس نے پہلے کبھی نیلیم سے بات نہیں کی تھی ”نیلیم، میں اسے ختم کر دوں گا۔ اس وقت نہیں۔ اس لئے کہ یہاں، اس ہجاز پر میں بھی تم جتنا بے بس ہوں۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ ہنس کر بات کروں گا۔ وہ یہ سوچ کر خوش ہوتا رہے گا کہ اپنا کام نکل جانے کے بعد وہ میرا کیا حشر کرنے والا ہے۔ مگر ایک دن وہ میرے قابو میں ہوگا۔ میں اسے ادھیڑ ڈالوں گا۔ ٹانگا ٹانگا کر کے۔ پھر میں اسے مار ڈالوں گا۔ تمہاری خاطر، تمہارے نام پر۔“

نیلیم بھی اسے محبت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”تم کامیاب نہیں ہو سکتے خرم۔ اور لوگوں نے بھی یہ کوشش کی ہے مگر انجام سب کا ایک ہی ہوا ہے۔ اس کی دولت اس کی طاقت ہے۔ وہ بہت بڑا آدمی ہے۔ خود تک پہنچنے سے پہلے ہی وہ تمہیں ختم کر دے گا۔“

خرم مسکرایا ”تم ہم پاکستانیوں کو نہیں جانتیں۔ ہم بڑے سخت جان ہوتے ہیں۔ دیکھتی نہیں، کڑے سے کڑا وقت جھیلنے کے باوجود پاکستان اب تک قائم ہے۔ روہن جیسے لوگوں کو تو ہم ناشتے میں کھا جائیں۔ جاؤ، اب تم منہ دھو لو۔ آنسوؤں کا ہر نشان مٹا دو۔“

وہ واپس آئی تو اس کا چہرہ پہلے جیسا تھا..... نقاب جیسا..... بے مہر۔ لیکن اس

موجودگی۔ اس کے بعد اس کے بعد نہ صرف اس کا وجود غیر ضروری ہوگا بلکہ روہن کے لئے ایک چٹا پھرتا خطرہ اور منافع میں بلا وجہ کا حصہ وار ہوگا اور وہ ایک جزیرے پر یکہ وجہ ہوگا..... بے یار و مددگار۔ باہر کی دنیا سے اس کا واحد رابطہ روہن کا جہاز پناہ ہوگا۔ اس کے جینے مرنے کی کسی کو پروا نہیں ہوگی۔

ابھی وہ اس تلخ حقیقت کو قلع سے اتار رہی رہا تھا کہ یکین کا دروازہ کھلا اور نیلیم اندر داخل ہوئی۔ اس نے آہستگی سے دروازہ بند کیا اور لاک بھی کر دیا۔ پھر وہ اس کے بستر کے پاس آکھڑی ہوئی۔ اس کا رنگ فق ہو رہا تھا۔ ہاتھ پکپکا رہے تھے۔ وہ اس پر برس پڑی۔ اس کی آواز خوف اور غصے سے لرز رہی تھی۔ ”تم نے ایسا کیوں کیا خرم؟ کچھ بھی ہوا اور تمہیں کچھ بھی معلوم تھا، جنہیں اسے اپنے تک رکھنا چاہئے تھا۔ خدا کی پناہ!“ اس کی آنکھیں غصے اور بے بسی کے آنسوؤں سے بھر گئیں۔ ”تمہاری حماقتوں کی کوئی حد بھی ہے۔ تم نہیں جانتے کہ وہ کس طرح کا آدمی ہے؟ وہ تمہاری جیتیں ہیروں سے بھر دے گا لیکن تمہیں معاف بھی نہیں کرے گا۔ وہ بہت کینہ پرور آدمی ہے۔ انتظار کرے گا..... کرتا رہے گا اور جس دن بھی موقع ملے گا، تمہاری پسلیوں میں چاقو اتار کر یوں گھمائے گا کہ تم رحم کے لیے چیختے رہو گے لیکن وہ تم پر رحم نہیں کرے گا۔ تم نے میری بات کیوں نہیں سنی؟ کیوں نہیں سنی، کیوں؟ کیوں؟ کیوں؟“

”خدا یا!“ خرم نے سر کو نیشی کہا ”تو تمہیں میری پروا ہے!“ وہ بیڑے اٹھا اور اس نے نیلیم کو اپنی ہانہوں میں سیٹھ لیا۔ وہ بھی غصے سے بچنے کی طرح اس سے لپٹ گئی۔ ”پلاسویٹ ہارٹ، اگر روہن نے کوئی فائدہ ہو سکتا ہے تو روہن لیکن روہن جیسے موٹے مینڈک کو ہاتھی بتانے کی کوشش نہ کرو۔ وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ بس ہم میں اس کا سامنا کرنے کا حوصلہ ہونا چاہئے اور تم تو ویسے بھی ایک بہادر قوم سے تعلق رکھتی ہو۔“

وہ پھر برہم ہو گئی۔ ”تم اسے نہیں جانتے، میں جانتی ہوں۔ دیکھو ادھر.....“ اس نے اپنی قمیص کے پچھلے بٹن کھولے اور اپنے کندھے اس کے سامنے کر دیے۔

کی نگاہوں میں خرم کے لئے گرم جوش تھی۔

اس نے دروازہ کھول کر راہ داری کا جائزہ لیا۔ پھر اس نے نلیم کو اشارہ کیا کہ راستہ صاف ہے۔ اس کے جانے کے بعد اس نے دروازہ بند کیا۔ اس کی خوشبو اس کے کہین میں پکرا رہی تھی۔ اس کے کپڑوں میں بس گئی تھی لیکن اسے کوئی پروا نہیں تھی۔ وہ بیڈ پر لیٹا کیپٹن راکا کے لائٹ کو دیکھتے ہوئے رو بن کو قتل کرنے کا تصور کرتا رہا۔

\*\*\*

کھانے کے بعد ڈیوٹی اسٹاف کے علاوہ باقی سب لوگوں شدید گرمی سے بچنے کے لیے اپنے اپنے کہین میں سو گئے تھے۔ خرم وائریس کہین میں چلا گیا۔ وہ گائیڈ کو اپنا واحد دوست شمار کرتا تھا۔

گائیڈ قہقہے اتار۔ اپنے بیڈ پر پاؤں پھیلائے لیٹا تھا۔ بیڑ کا گلاس اس کے پاس رکھا تھا۔ ایک جلتی ہوئی سگریٹ اس کے ہونٹوں میں دبلی تھی اور وہ کسی میگزین کا جائزہ لے رہا تھا۔

”آؤ دوست۔“ خرم کو دیکھ کر اس نے دونوں ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔ ”بیڑ پیوئے؟“ میرے پاس اس وقت اس کے سوا کچھ بھی نہیں تمہاری مدارات کے لیے۔“ ”شکریہ گائیڈ۔“ خرم نے کہا اور پھر اسے پاؤں بارو کے واقعے سے لے کر کہین میں آج نلیم سے ملاقات تک ہر بات بتادی۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے اور بظاہر وہ کس قدر ناممکن ہے۔

گائیڈ کا چہرہ غصے سے تنہا اٹھا۔ ”تم تو میری توقع سے بڑھ کر دشواری میں گرفتار ہو۔“ اس نے سنجیدگی سے کہا ”بہر حال تم جانتے ہو کہ میں اپنی بساط سے بڑھ کر تمہاری مدد کروں گا۔“

”فی الحال تو تم کچھ نہیں کر سکتے گائیڈ۔ بس ریڈیو ٹریک پر نظر رکھو اور مجھے باخبر رکھو۔ کارنگ شارو پیچ کر میں کام میں مصروف ہو جاؤں گا لیکن میں چاہتا ہوں، تم مجھ سے رابطہ رکھو اور نلیم کا خیال بھی رکھو۔ موقع ملے ہی میں نلیم کو تمہارے بارے میں

بتا دوں گا۔ کاش میرے پاس کوئی ریو لور ہوتا۔“

گائیڈ کا چہرہ چمکنے لگا۔ ”میرے پاس ہے دوست۔ جنگ کے بعد سے اس کے استعمال کی نوبت نہیں آئی ہے لیکن میں اسے ہر وقت اپنے پاس رکھتا ہوں۔ کبھی بھی، کسی بھی وقت ضرورت پڑ سکتی ہے۔“ اس نے بیڈ کے نیچے ہاتھ ڈال کر ایک بوسہ سا سوٹ کیس کھینچا اور اس میں سے ایک آٹو بیگ اور ایک وینشن کے دو کلپ نکالے۔ ریو لور کی حالت سے اندازہ ہوتا تھا کہ اسے باقاعدگی سے تیل دیا جاتا رہا ہے۔

خرم نے ریو لور کو چیک کیا۔ پھر سٹیفنی کیج آن کر کے اسے اپنی پیٹھ کی جیب میں رکھ لیا۔

اس کی نگاہوں میں گائیڈ کے لیے شکر گزاری تھی۔

”شکریہ گائیڈ۔ میں تمہاری یہ عنایت کبھی نہیں بھولوں گا۔ اور روہن کی کھال اتارنے کے بعد ہمیں جو حاصل ہوگا، میرا وعدہ ہے کہ اس میں تمہارا حصہ بھی ہوگا۔“ گائیڈ نے کندھے جھٹک دئے۔ ”منافع کو چھوڑو۔ تم اپنا اور اپنی گرل فرینڈ کا خیال رکھو۔“ وہ مسکرایا۔ ”اس سے ثابت ہوتا ہے کہ برف کی موت سے آتش فشاں بھی ہو سکتی ہے۔“

خرم خود کو بہتر محسوس کر رہا تھا۔ صورت حال اس کے حق میں بہت تھوڑی سی سہی، بہر حال بہتر ہو گئی۔ اب اس کے پاس دو ساتھی تھے۔ نلیم اور گائیڈ اور جیسہ میں ریو لور بھی تھا۔

\*\*\*

کارنگ شارو پیچنے سے پہلے والی رات روہن نے اپنے اسٹاف کی ٹریک بلائی۔ خرم، نلیم، کیپٹن جانزدون اور شپ کے دوسرے افسر شریک تھے۔

”کل ہم کارنگ شارو پیچ رہے ہیں۔“ اس نے کہا ”ہمیں وہاں خاصا طویل عرصہ گزارنا ہوگا۔ چھ ہفتے، ممکن ہے، دو ماہ، ہمارے پاس پچاس ٹن سلاٹز ہیں، جڑ بھیس اتارنی ہیں۔ اس میں کچھ سامان تو ہماری لائف بوٹس کے ذریعے لے جایا جائے گا رہا باقی



سامان لے جانے کے لیے مقامی کشتیوں کا پہلے ہی بندوبست کر لیا گیا ہے۔“  
خرم نے تیز نگاہوں سے اسے دیکھا۔ پہلی بار اسے معلوم ہوا تھا کہ جزیرے پر بھی روہن کا کوئی نمائندہ موجود ہے۔

روہن اس کی نگاہوں کا مقہوم سمجھ کر مسکرایا۔ ”کوئی سوال مسٹر نواز؟“  
”نہیں“ خرم نے اس کے طنز کو نظر انداز کر دیا۔ ”میں سوچا کرتا تھا کہ بھاری سامان تم ساحل پر کیسے پہنچاؤ گے؟“

”ہمارے لئے جزیرے کی مشکلات آسان کرنے کے لیے جزیرے پر ہمارا ایک نمائندہ موجود ہے۔ اس کا نام ہے پیڈرو میرنہا۔ وہ غلوٹ نسل کا پرتگیزی ہے۔ اس نے ایک مقامی لڑکی سے شادی کی ہے۔ کارنگ شارو میں اس کا ایک طرح کا بڑا جہز اسٹور ہے۔ وہ مقامی بولی بھی بول سکتا تھا۔ اور انگریزی بھی۔ محل کے حکام سے اس کے اچھے تعلقات ہیں۔ میں نے سچ کے آدمی اور ترجمان کی حیثیت سے اس کی خدمات حاصل کی ہیں۔ مقامی مزدور بھی وہی مہیا کرے گا۔ مسٹر نواز، تمہیں بھی کوئی مسئلہ درپیش ہو تو تم اسی سے مدد لو گے۔“ روہن نے چند لمحوں کے وقفے پر گھٹکھٹکا کر رخ بدلا۔ ”تم میں سے کچھ پہلے بھی یہاں آچکے ہیں۔ وہ جانتے ہوں گے کہ کارنگ شارو میں ملی جلی آبادی ہے۔ یہاں بالی، لوم، لوک، سلا، دیسی اور سیرم کے آباد کار موجود ہیں۔ عورتیں خوبصورت اور مرد وضعہ و رتم لوگ جانتے ہو کہ تمہارے دل بہلانے کے اختانات میرنہا کرے گا لیکن جہاز پر کوئی عورت نہیں آئے گی۔ ہم ایک جہاز چلا رہے ہیں، فوج خانہ نہیں۔ ہمارا پہلا کام اپنا سامان سائٹ پر پہنچانا اور کھپ قائم کرنا ہے تاکہ مسٹر نواز اپنا کام شروع کر سکیں۔ پھر ہمیں آلات اور مشینری فٹ کرنا ہوگی اور اسٹور ہاؤس تعمیر کرنا ہوں گے۔“

”آلات اور مشینوں کی تنصیب سب سے بڑا کام ہے۔“ خرم نے کہا۔ ”یہ کام ہو گیا تو پھر نارل مشینی نیش کا کام رہ جائے گا۔ کبھی کسی مشین میں خرابی پیدا ہوئی تو اسے دور کر لیا۔ شروع میں میں ساحل پر لوگوں گا۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً میرا آنا جانا لگا رہے گا کیسے سب سے ساحل تک کا فاصلہ کتنا ہے؟“

”تمہیں مسئلہ۔“ روہن نے جواب دیا۔  
”فرانسپورٹ کے بغیر تو یہ بڑا مسئلہ ہوگا۔ جب بھی مجھے شپ سے کسی چیز کی ضرورت پڑے گی تو مجھے ایک آدمی دوڑانا پڑے گا۔“  
”اس سلسلے میں میں مدد کر سکتا ہوں۔“ گائیڈ بولا۔  
خرم نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں چمک اور مسکراہٹ کچھ اشارہ کرتی معلوم ہو رہی تھی۔

”وہ کیسے؟“ روہن نے گائیڈ سے پوچھا۔  
”میرے پاس دو ایمرجنسی ٹرانس ریسیور پیک ہیں۔“ گائیڈ نے کہا۔ ”ان میں سے ایک ہم جہاز پر نصب کر دیں گے۔ اس پر میں یا کوئی اور آفسر ہر وقت نظر رکھے گا۔ مسٹر نواز کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو وہ ہمیں کال کر دیں گے۔ ہم اس کا بندوبست کر دیں گے۔“

”بہت خوب!“ خرم نے چونک کر کہا۔ وہ خوش تھا کہ گائیڈ اور ٹیم سے رابطے کی کوئی سہیل پیدا ہوئی۔ فی الوقت تو اس کی کوئی اہمیت نہیں تھی لیکن بعد میں اس کی زندگی کا انحصار ہی اس رابطے پر رہتا۔

روہن نے اثبات میں سر ہلا کر منظوری دی اور اپنا بیڑے کے دوسرے سکتے کی طرف بڑھا۔ ”جینٹلمین، اندازہ یہ ہے کہ ہم کل صبح دس بجے کارنگ شارو پہنچیں گے۔ دوپہر کو کسی وقت ہمیں جہاز پر سلطان اور اس کے وفد کا خیر مقدم کرنا ہوگا۔ یہ محض آغاز ہوگا۔ پھر وہ رات خیریت سے گزر جانی چاہئے۔ مجھے دانائے علم سے معاملت نمٹانے ہوں گے اور میں نہیں چاہتا کہ اس دوران کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش آئے میرا خیال ہے، شام کو ہمیں محل میں مدعو کیا جائے گا۔ صرف افسران کو مدعو کیا جائے گا لیکن ہر شخص کو اپنے ساتھ عملے کے ایک فرد کو لے جانے کی اجازت ہوگی اور میں چاہتا ہوں کہ سلطان ہم لوگوں سے متاثر ہوں۔“ اتنا کہہ کر روہن نے اسٹور ڈکوشمین لانے کا اشارہ کیا۔

سب نے اپنے اپنے جام بلند کر کے ایک دوسرے کو ٹوٹٹ کیا۔ کچھ دیر بعد

روہن اور تلم نیچے چلے گئے۔ باقی لوگ بھی تتر بتر ہو گئے۔  
 خرم ریٹنگ کے پاس جا کھڑا ہوا اور ایک سگریٹ سلگالی۔ چاند ابھی چڑھا  
 نہیں تھا۔ جہاز دھیرے دھیرے اندھیرے سمندر میں روشن جزیرے کی طرف بڑھ  
 رہا تھا۔  
 عقب سے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ ایک لمبے بعد کیپٹن جانزون اس کے  
 برابر کھڑا ہوا تھا۔

”خوبصورت رات ہے میرے دوست اور تم بہت مطمئن اور خوش بھی  
 ہو گے۔ تم نے بڑا داد لگایا، بڑا منافع پایا۔ بڑی دولت ملے گی تمہیں۔“ وہ بولا۔  
 ”بشریکہ تیل نکل آئے۔“ خرم نے سر لیجے میں کہا ”اگر میں تیل کا کنواں نہ  
 کھود پایا تو کسی کو کچھ نہیں ملے گا۔“  
 جانزون نے ایک لمحہ ادھر ادھر دیکھا۔ ”میرا خیال ہے تم خطرات کا کچھ بوجھ  
 تو ہکا کرنا چاہو گے۔“

خرم نے بے پروائی سے کندھے جھٹک دیے۔ ”میرے لئے کوئی خطرہ نہیں۔  
 مجھے بس وقت چاہئے۔“  
 ”اور تمہاری زندگی؟“ جانزون نے معنی خیز لیجے میں کہا ”اور لڑکی کی زندگی؟“  
 خرم نے ریٹنگ کو مضبوطی سے تھام لیا اور سمندر کو دیکھا۔ اسے اپنی بولیوں  
 میں چا تو جھپٹے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔

”میری بات غور سے سنو نواز۔“ جانزون نے کہا ”میں تمہیں کچھ بتانے کی  
 کوشش کر رہا ہوں۔ اس معاملے میں ہم تین آدمی ملوث ہیں۔ تم میں اور روہن۔ روہن  
 بڑا اور طاقت ور ہے۔ لیکن میں اور تم مل کر کم طاقت ور نہیں رہیں گے۔ سمجھ رہے ہو؟  
 ہمیں ایک دوسرے کا دشمن نہیں، دوست بننا چاہئے۔“

خرم گھوما اور تن کر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے نیچی آواز میں سر د  
 لیجے میں کہا۔ ”یہ لائن تو مجھے پہلے بھی دے چکے ہو جانزون لیکن مجھے تاش کی اس گڈی

سے کھینا اچھا نہیں لگتا۔ جس میں پانچ اکے موجود ہوں۔ تمہارے ذہن میں کوئی تجویز  
 ہے تو پوری تفصیل سے بیان کر دو اور تجویز جان دار اور سود مند ہونی چاہئے۔ کیونکہ اس  
 وقت مجھے تمہاری اتنی ضرورت نہیں، جتنی تمہیں میری ہے۔“  
 جانزون نے دانت نکال دئے۔ اس کی آنکھوں میں شیطانی چمک  
 تھی۔ ”گڈ۔“ میں تمہیں بتا رہا ہوں۔ میرے پاس تین اکے ہیں۔“ اس نے کہا۔  
 ”دکھاؤ۔“

”پہلا اکہ تم روہن کی محبوبہ پر جان چھڑکتے ہو۔“  
 خرم نے کندھے جھٹک دئے۔ ”یہ کوئی اکہ نہیں۔“  
 جانزون نے دونوں ہاتھ پھیلائے۔ انداز ایسا تھا جیسے اسے خرم کی بات پر  
 یقین نہ آ رہا ہو۔

”تم اسے چاہتے ہو۔“ کچھ توقف کے بعد جانزون نے کہا۔ ”اگر روہن کے  
 کان میں اس بات کی ہینک بھی پڑ گئی تو وہ پہلے اسے اور پھر تمہیں ختم کر دے گا۔ اس  
 لحاظ سے یہ اکا ہے، ایس آف ہارٹ..... پان کا اکا۔“  
 ”آگے بڑھو۔“ خرم نے بے تاثر لیجے میں کہا۔

”دوسرا ہے ایٹھ کا اکا۔“ جانزون نے لطف لیتے ہوئے کہا۔ ”تم نے تمہیں  
 فیصد کا مطالبہ کیا اور تم نے اپنی دانست میں چالاکی سے کام لیا۔ شرط رکھی کہ تمہارا حصہ براہ  
 راست ادا کیا جائے۔ روہن رضا مند ہو گیا۔ تم سمجھے کہ جیت گئے۔ تم بے وقوف  
 ہو۔“ جانزون کا لہجہ زہریلا ہو گیا۔ ”لیکن اسکاٹ موریسن کی آمد سے پہلے تو تمہیں تمہارا  
 حصہ نہیں مل سکتا اور روہن اسے اس وقت تک نہیں بلوائے گا جب تک تیل کا کنواں سامنے  
 نہ ہو اور تیل کا کنواں سامنے آتے ہی تم غیر ضروری ہو جاؤ گے۔ یعنی اسکاٹ موریسن کے  
 آنے سے پہلے ہی تم دوسرے جہاں کو سدھار چکے ہو گے لیکن نواز، میں تمہیں زندگی دے  
 سکتا ہوں۔ البتہ اس کی قیمت ہوگی۔“

”قیمت کی بات بعد میں کریں گے۔“ خرم نے بے حد رساں سے کہا ”پہلے

اپنا آخری اکا بھی دکھا دو۔“

”یہ ہے حکم کا آکا..... قبر کھودنے والا اسپید۔ تم دستاویزات دیکھ چکے ہو۔ تم نے سیل انگری منت بھی پڑھا اور کمپنی کا آرکیٹل بھی۔ تم نے دیکھا کہ کسی دستاویز پر روبن کا نام نہیں ہے۔“

”ہاں۔ میرے خیال میں یہ اس کی چالاکی کی انتہا ہے۔ وہ بغیر کسی رسک کے مال کما رہا ہے۔ کوئی ایکشن ہوگا تو تمہارے خلاف۔ قانونی جھنجھٹ میں تم پھنسو گے۔ سگا پور کے رجسٹریشن پر تمہارا نام ہے۔“

جائزون نے حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھا۔ ”لیکن تم نے ایک اہم نکتہ نظر انداز کر دیا۔ سیل کے لیے روبن کے دستخط ضروری نہیں دستاویز میں کسی بھی تبدیلی کی ضرورت ہو، وہ سیل کر سکتا ہوں۔ تو بہتر ہوگا کہ ہم دونوں زندہ رہیں اور روبن مر جائے۔ کیوں؟“

”خدا کی پناہ!“ خرم اردو میں بڑبڑایا۔ پھر اس نے جلدی سے کہا ”یہ تو میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔“

”اب دیکھ لو میرے پاس کتنے اچھے پتے ہیں۔ تمہارے پاس انہیں شکست دینے والے پتے ہیں؟“

”اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ تم اپنے پتے کس انداز میں کھیلنا چاہتے ہو۔“ خرم نے کہا۔

”کیا مطلب؟“

”تین طریقے ہیں۔ یہ فیصلہ تمہیں کرنا ہے کہ کون سا طریقہ اپناتے ہو۔ پہلا یہ کہ میں تم کو بیٹھ جاؤں اور اپنے چوں کی قوت تمہارے خلاف استعمال کروں اور تمہیں میرے چوں کے متعلق کچھ معلوم نہیں۔ ورنہ تم اس وقت یہاں نہ ہوتے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ تم میری قیمت ادا کر دو۔ میں کھیل سے باہر ہو جاتا ہوں۔ آخری طریقہ یہ ہے کہ ہم مل کر روبن کے خلاف کھیلیں۔ منافع فتنی فتنی لیکن ایک بات اچھی طرح سمجھ

لو۔“ خرم نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ اس کے انداز میں چیلنج تھا۔ ”مجھے دھمکی نہیں دی جاسکتی۔ مجھے خوف زدہ نہیں کیا جاسکتا۔ میرا خیر مطمئن ہے اور میں اپنی زندگی داؤ پر لگا رہا ہوں۔ مجھے کسی بات کی پروا نہیں۔ میں اس کھیل سے زندہ سلامت منافع سمیت باہر آنا چاہتا ہوں۔ لیکن یہ ممکن نہیں ہوا تو بھی میں تمہیں اور روبن کو ناکوں چنے چبوا دیتا گا۔ بات سمجھ میں آئی؟“

جائزون اسے ٹٹولنے والی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ ”بالکل آگئی۔“ اس نے کہا ”میرا خیال ہے، میں تمہیں ایک پرکشش پیشکش کر سکتا لیکن پہلے میں اس سلسلے میں سوچنا چاہتا ہوں۔“

”تم سوچو گے اس سلسلے میں یا روبن؟“

”خدا کی پناہ!“ پہلی بار جائزون کے لہجے میں حقیقی خوف محسوس ہوا۔ اس نے خرم کا بازو تھام لیا۔ اس کی انگلیاں خرم کے بازو میں گڑی جاری تھیں۔ ”ابتدا میں، میں تمہاری باتیں روبن تک پہنچاتا رہا ہوں لیکن یہ بات نہیں پہنچا سکتا۔ یہ ایک بالکل پرائیویٹ بات ہے۔ میں منافع چاہتا ہوں لیکن رسک جتنا ہے، اس سے کم ہونا بہتر ہے۔ اگر روبن کو یہ بات معلوم ہو جائے تو.....“

”اے معلوم نہیں ہوگا۔“ خرم نے کاٹ دار لہجے میں کہا۔ ”مگر تمہیں میرے ساتھ ٹھیک ٹھیک چلنا ہوگا۔ ہاں ایک بات بتاؤ۔ اسکاٹ موری سن اس وقت کہاں ہے؟“

جائزون نے خوف زدہ نگاہوں سے سنسٹن عرشے کو دیکھا۔ ”وہ اس وقت ڈارون ہاربر میں ہے..... ہمارے پیغام کا منتظر۔“ کچھ توقف کے بعد وہ پھر بولا۔ ”میرا خیال ہے۔ ہم اشتراک کر سکتے ہیں لیکن ایسے وعدے بھی ہیں، جو میں نہیں کر سکتا۔“

”مثلاً؟“

”مثلاً لڑکی۔ وہ کتنی اہمیت رکھتی ہے تمہارے لئے؟“

”کیوں؟“

نہیں بتائی تھی۔“

”اس بات کو کوئی اہمیت ہے؟“

”ہو بھی سکتی ہے۔ ممکن ہے، یہاں تیل کے بجائے قدرتی گیس نکل آئے۔“

روبن نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا ”تم اپنے کام میں ماہر ہو نواز۔ مسلسل مجھے

متاثر کرتے آ رہے ہو۔ یہ سوال میں نے سرویئرز سے بھی کیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ

تیل کا امکان زیادہ ہے۔“

”ہاں۔ انہیں تو معلوم ہو گا ہی“ خرم نے خفیف سا طنز کیا۔

اس نے دور بین روبن کو واپس دے دی اور جہاز رانوں کو جہاز کا رخ

تبدیل کرتے دیکھتا رہا۔

جائزون نے کہا ”میرا خیال ہے، نیلم یہ منظر دیکھنا چاہے گی۔“

”میں نیچے جا رہا ہوں شیو کرنے“ خرم نے اپنا لہجہ سرسری رکھنے کی کوشش

کرتے ہوئے کہا ”کہو تو دروازے پر دستک دے کر نیلم کو بتا دوں کہ تم یہاں ہو۔“

”جیسے تمہاری مرضی“ روبن نے پلٹ کر دیکھ بغیر کہا ”اس سے کہنا میرے

کن گلاسز بھی لے آئے۔ مجھے ان کی ضرورت پڑے گی۔“

”کہہ دوں گا“ اس کے باوجود چند لمحے مزید وہاں رکا کہ کہیں اس کی بے تابی

روبن کو شکوک میں مبتلا نہ کر دے لیکن روبن تو دور بین کی مدد سے کارنگ شارو کے آتش

فشاں کو دیکھنے جا رہا تھا۔

اسٹیٹ روم کے دروازے پر پہنچتے پہنچتے خرم کا دل بری طرح دھڑکنے لگا۔

جس روز وہ اس کے کیمین میں آئی تھی، اس کے بعد یہ تہائی میں اس سے ملنے کا پہلا

موقع تھا۔

اس نے دروازے پر دستک دی ”یہ میں ہوں خرم۔ دروازہ کھولو جلدی سے“

اس نے پکارا۔

”خرم، کیا.....“ نیلم نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

”اس لئے کہ.....“ جائزون کہتے کہتے رک گیا۔ پھر چند لمحے بعد اس نے

اپنی بات پوری۔ ”لڑکی کے مستقبل کے بارے میں روبن کے ذہن میں جو کچھ ہے، میں

نہیں چاہتا کہ اس کی وجہ سے میرے اور تمہارے تعلقات میں فرق پڑے۔“

”خدا کے لیے جائزون!“ خرم پریشان ہو گیا۔ ”بولو نا، تم مجھے کیا بتانے کی

کوشش کر رہے ہو؟“

”میں صرف اتنا کہہ رہا ہوں کہ اگر تم لڑکی کو بچانے کی کوشش کرو گے تو اس

کے لیے تمہیں صرف روبن سے لڑنا ہو گا، مجھ سے نہیں۔ دوسری بات، میں غور و فکر کے

بعد تمہیں معقول پیشکش کروں گا۔ ٹھیک ہے؟“

”جتنا جی چاہے سوچو، وقت کی کمی نہیں۔“

جائزون کے جانے کے بعد خرم کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ جائزون کو وہ

ہینڈل کر سکتا تھا۔ وہ لالچی تھا اور روبن سے خوف زدہ بھی۔ ان دونوں باتوں سے فائدہ

اٹھایا جاسکتا تھا لیکن نیلم کا خطرہ میں ہونا ایک بالکل مختلف معاملہ تھا۔ اس لمحے اسے

اندازہ ہوا کہ وہ نیلم کی محبت میں بری طرح گرفتار ہو چکا ہے۔ نیلم کو لاحق یہ انجامنا خطرہ

اسے اپنی شرم پر کسی دھار دار خنجر کے دباؤ کی طرح محسوس ہو رہا تھا۔



”نواز..... یہ رہا کارنگ شارو“ روبن کی آواز معمول سے زیادہ بلند تھی۔ اور

لہجے میں سنسنی تھی ”یہ دور بین لگا کر دیکھو۔“

وہ اس وقت برج پر کھڑے تھے۔ کیپٹن جائزون افق پر ننھے سے نقطے کو

جزیرے کے نقش و نگار میں ڈھلتے دیکھ رہا تھا۔

خرم نے دور بین لے کر اسے بے حد احتیاط سے فوکس کیا۔ اسے ریڑھ کی

ہڈی جیسے دندائے دار پہاڑوں کا ایک سلسلہ نظر آیا۔ انھی میں ایک بلند چوٹی تھی، جس

سے دھواں اٹھ رہا تھا۔

وہ روبن کی طرف بڑھا ”یہاں آتش فشاں پہاڑ ہیں۔ یہ بات تم نے مجھے

لیکن وہ اسے دھکیلتا ہوا اندر گھسا اور جلدی سے دروازہ بند کر دیا۔ پھر وہ جلدی جلدی اسے تمام اہم باتیں سمجھانے لگا۔

”میں..... میں تمہیں مس کرتی رہی ہوں..... بہت زیادہ۔“ نیلم اس سے لپٹ گئی ”میں خوف زدہ ہوں خرم۔ آج سب کچھ شروع ہو رہا ہے۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔“

”خوف زدہ تو میں بھی ہوں گڑیا“ خرم نے کہا ”میں تمہاری طرف سے پریشان ہوں۔ مجھے تم سے ضروری باتیں کرنا تھیں۔“

”میرنہا کے آنے کے بعد“ نیلم نے کہا ”روبن اس سے تنہائی میں بات کرنا چاہے گا۔ میں اس وقت موقع نکال کر۔۔۔۔۔“

”میں اپنے کیمین میں تمہارا انتظار کروں گا۔ اب تم جلدی سے برج پر چلی جاؤ۔ سن گلاسز بھی لے جانا روبن کے۔“

”مجھے پیار کرو۔“

وہ بچوں کی سی معصوم ضد تھی، جو خرم کو پوری کرنا پڑی۔

نیلم نے اس کے رخساروں کو اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے چھوا ”مجھے جیسی عورت کی محبت کوئی بڑی نعمت نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ میرا تعلق پیکاک پولیٹین سے رہا ہے لیکن خرم، میں تم سے محبت کرتی ہوں اور دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے، ہمیشہ تم سے محبت کرتی رہوں گی۔“

”میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں گڑیا“ خرم نے گلیسر لہجے میں کہا ”اور جو کچھ

بھی ہوگا، ہم دونوں کے حق میں اچھا ہی ہوگا۔“

وہ جتنی تیزی سے آیا تھا اتنی ہی تیزی سے رخصت ہو گیا۔ نیلم بیٹھی کھلے دروازے کو دیکھتی اور سوچتی رہی کہ خرم کو کیسے بتائے۔ کیسے بتائے کہ روبن نے اس کی تقدیر کا کیا فیصلہ کیا ہے۔

روبن کے اسٹنٹ روم سے چند قدم کے فاصلے پر خرم کا کمرہ اپنے حامی گائیڈز سے ہو گیا۔ وہ گائیڈز کو پکڑ کر کھینچتے ہوئے اپنے کیمین میں لے گیا ”میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں گائیڈز۔ میں دوبا میں سمجھنا چاہتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ کیا ہم روبن کے خفیہ پیغامات پڑھ سکتے ہیں؟“

”کیوں نہیں“ گائیڈز نے بڑے اعتماد سے کہا۔

”دوسرے اگر میں روبن کے نام سے کوئی پیغام بھیجنا چاہوں تو بھیج سکتا ہوں..... اور وہ موثر بھی ثابت ہوگا؟“

”بالکل موثر ثابت ہوگا۔ روبن جب سنگاپور کیل بھیجتا ہے تو یوں شروع کرتا ہے..... سلوا کے لئے اور آخر میں نام ہوتا ہے..... ریکس۔ نیو یارک کیبل بھیجتے ہوئے یوں شروع کرتا ہے۔ مارٹن کے لئے اور آخر میں ہوتا ہے..... امپیرٹر۔“

”روبن کی طرف سے اسکاٹ موری سن کو بھی پیغام بھیجے گئے ہیں؟“

”صرف دو پیغامات۔“

”وہ کس طرح ایڈریس کئے گئے تھے؟“

”موری سن۔ ایم دی میلائی۔“

”اور سلیپر؟“

”اسکین۔ یہ روبن کی کمپنی کا سادہ سادہ ایٹ اینٹین منرل ریسرچ کا کیبل ایڈریس ہے۔“

”اور کچھ؟“

”اور نیچے جازون کا نام ہوتا ہے۔“

”اب مجھے آنے والے ہر پیغام کی کاہنی درکار ہوگی اور باہر جانے والے پیغامات کو اس وقت تک روکنا، جب تک میں تمہیں ان کے لیے کلیرنس نہ دے دوں۔“

”گائیڈز کی آنکھیں اٹل پڑیں۔ سگریٹ منہ سے گر گئی ”میں تمہاری مدد کرنا

چاہتا ہوں نواز لیکن یہ تو خود کشتی کے برابر ہوگا۔“  
 خرم سکریا، ”ہم ایسا کر سکتے ہیں گا نیلہ۔ یہ روبن کے منہ پر تھوکنے کے برابر ہوگا۔“



کارنگ شاراب صاف نظر آ رہا تھا۔ لیکن اس کی بندرگاہ چھوٹی پہاڑیوں کی اوٹ میں چھپی ہوئی تھی۔ مطلع صاف تھا اور سورج پوری طرح آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ خرم، روبن اور نیلم کے ساتھ کھڑا تھا۔ نیلم بھی سمجھی سی تھی۔ روبن احساس فتح سے سرشار تھا۔

”خرم، تم دلچپ آدمی ہو“ اس نے کہا ”میں تمہیں ہمیشہ اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہوں۔“  
 ”تم مجھ سے اتنا جاؤ گے۔ ہم پاکستانی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ مجھے دیکھو امریکا میں زندگی گزار کر بھی پاکستانی ہی رہا۔“

”کیا وہ بہت اچھے محبوب ہوتے ہیں؟“  
 ”میں عورت ہوتا تو اس سوال کا جواب دے سکتا تھا۔“  
 ”تمہارا کیا خیال ہے نیلم۔ تم تو عورت ہو“ روبن نے چبھتے ہوئے لہجے میں نیلم سے پوچھا۔

نیلم نے کندھے جھٹک دئے ”میں محبت کے بارے میں کچھ جانتی ہی نہیں۔“  
 ”بالکل ٹھیک کہا تم نے۔ سنا نواز“ روبن کے سرخ ہونٹ مسکرائے لیکن وہ مسکراہٹ آنکھوں تک نہیں پہنچی ”یہ نیلم بہت تجربہ کار عورت ہے۔“

جہاز اب گھوم رہا تھا۔ کارو شارو کی بندرگاہ آہستہ آہستہ سامنے آ رہی تھی۔ وہ نیلم دائرے کی شکل میں تھی۔ عقب میں زمین بتدریج ابھتی محسوس ہو رہی تھی۔

جزیرے کی سب سے چونکا دینے والی چیز سلطان کا محل تھا۔ وہ ایک بلند جگہ پر تعمیر کیا گیا تھا۔ محل کے عین اوپر آتش نشاں کی چوٹی تھی۔ بچے کی سمت، نیچے کو جاتے

ہوئے باغات کا سلسلہ تھا۔ انہیں دیکھ کر حلق باغات کا تصور ذہن میں ابھرتا تھا۔ ان کے گرد دیکھیلی لکڑیوں کی بارہیں لگائی گئی تھیں۔

”خرم، میں نے تم سے کہا تھا کہ کہ میں تمہیں عجوبہ دکھاؤں گا“ روبن نے چمک کر کہا۔

”اور مجھے اس میں کبھی شک نہیں رہا تھا“ خرم نے خشک لہجے میں جواب دیا۔  
 ”بہت سے عجوبہ اندر بھی ہیں“ روبن نے کہا ”اندر حرم ہے، جس میں سلطان کی سیکڑوں بیویاں اپنے بچوں کے ساتھ رہتی ہیں۔ بہت بڑا شاہی خاندان ہے۔“  
 ”خرم نے موضوع بدل دیا“ مجھے سانس دکھاؤ، جہاں کام کرتا ہے۔“

”وہ رہی“ روبن نے محل سے دور شمال کی سمت اشارہ کیا۔ جہاں چھوٹی پہاڑیوں کا ایک سلسلہ ختم ہوتا تھا۔

کچھ جازنوں بلند آواز میں احکامات جاری کر رہا تھا ”انجن بند کر دو۔ لنگر کو آہستہ آہستہ کھلو۔۔۔۔۔“

چند منٹ بعد ایک لالچ پٹاما کے پاس آ کر رکی اور اس میں سے جزیرے پر روبن کا ایئر پیڈ رو میرنہا اترا اور سی کی سڑی کی مدد سے جہاز پر آ گیا۔

”گڈ مارنگ جنٹلمین، ویلکم ٹو کارنگ شارو۔ یہ ہمارے جزیرے کے لیے ایک بڑا دن ہے۔ دیکھتے ہو، سب لوگ باہر آ گئے ہیں۔ محل والے بھی جہاز کو ہی دیکھ رہے ہوں گے۔ آپ کے لیے ہر چیز تیار ہے۔۔۔۔۔“

”سامان اتروانے کے لیے کشتیاں بنوائیں تم نے؟“ روبن نے بے مہری سے پوچھا۔

”جی ہاں۔ چار کشتیاں ہیں اور کام شروع کرنے کے لیے تیار ہیں۔“  
 روبن نے اشارے سے اسے روک دیا ”گڈ، اب تم جازنوں کے ساتھ

میرے کیمپ میں چلو۔ بہت سی باتیں کرنی ہیں“ یہ کہہ کر خرم اور نیلم سے کچھ کہے بغیر روبن چلا اور نیچے جانے والے زینوں کی طرف چل دیا۔ میرنہا اور جازنوں اس کے

پہنچے تھے۔

خرم نے نیلم کا ہاتھ تھا اور اسے لے کر اپنے کیمین کی طرف چل دیا۔  
دروازہ بند کرتے ہی وہ ایک دوسرے میں کھو گئے۔ خرم کو نیلم کے جذبے کی  
شدت نے حیران کر دیا۔ وہ ایک آتش فشاں تھی۔

پھر وہ بیڈ پر ساتھ بیٹھ گئے۔ خرم نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں  
میں قلم لے "باتیں بہت ہیں گزیا" اس نے سنجیدگی سے کہا "ہمیں پہلے انہیں نرنا  
لینا چاہئے۔"

"میں جانتی ہوں خرم لیکن پہلے میری بات سن لو" وہ بولی۔

"ضرور سنوں گا۔ کیا بتانا چاہتی ہو مجھے؟"

"وہ ہمارے بارے میں جان گیا ہے خرم۔"

خرم نے اثبات میں سر ہلایا "برج پر اس کی باتیں سننے کے بعد میرا بھی یہی  
خیال ہے۔ اس نے کچھ کہا اس سلسلے میں؟"

"لفظوں میں نہیں۔ تم جانتے ہی ہو۔ وہ رواداری کا بہت خیال رکھتا ہے۔ وہ  
حاسد بھی ہے، کھوجی بھی اور انڈی کی طرح کینہ پرور بھی۔ وہ اس وقت کا منتظر ہے،  
جب وہ تمہیں زیادہ سے زیادہ اذیت دے سکے گا۔ وہ تمہیں تباہ کرنا چاہتا ہے خرم۔"  
"میں جانتا ہوں۔ لیکن جب تک تیل کٹاؤں مکمل نہیں ہو جاتا، وہ ایسا کر  
نہیں سکتا۔ اور مجھے امید ہے، اس سے پہلے ہی میں اس پر وار کر سکوں گا۔"

"پلیز خرم، پہلے مجھے بات کرنے دو۔"

اس کے لہجے میں التجائی اور آنکھوں میں اذیت کا تاثر، ایسے میں وہ سوائے  
اس کے کچھ نہیں کر سکتا تھا کہ اسے ہی بولے دے۔

"میں تمہیں اپنے بارے میں بتانا چاہتی ہوں خرم۔ میں چاہتی ہوں، تم سب  
کچھ جان لو۔ نہیں جانو گے، نہیں سمجھو گے تو کوئی حفاقت کر بیٹھو گے۔ جس کا ہم دونوں  
میں سے کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔"

"اپنی سانے سے پہلے ایک بتا میری سن لو" خرم نے گھیر لیجے میں کہا "جو  
تکلیف تمہیں ہوگی، اسے میں محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا اور میں اس چوہے دان  
میں لڑکھڑکے باہر نکلنے کا راستہ بناؤں گا۔ میں تمہیں ساتھ لے کر جاؤں گا۔ میں شکست کا  
مقہمل نہیں ہو سکتا۔"

"میں جانتی ہوں خرم لیکن پلیز میری بات سنو۔ میں نے تمہیں بتایا تھا نا کہ  
روبن نے مجھے ہانگ گانگ کے ایک تجربہ خانے کی کاک پولیٹین سے خریدا تھا۔ لیکن  
تمہیں یہ تو نہیں معلوم کہ میں کی کاک پولیٹین کیسے پہنچتی تھی۔"

"میں نے تم سے کبھی پوچھا بھی نہیں۔"

"لیکن میں تمہیں بتانا چاہتی ہوں۔ میں ایرانی ہوں۔ میرا شوہر افغانستان  
میں سرکاری ملازم تھا۔"

"تمہارا شوہر تھا؟" یہ سن کر خرم کو زبردست شاک لگا۔

"ہاں۔ اس کا نام روٹیل مراد تھا۔ ہم سکون سے رہ رہے تھے۔ ایک دن روسی  
فوجی ہمارے گھر آگئے۔ وہ تین تھے اور بقول خود مجاہدین کے جاسوسوں کی تلاش میں  
آئے تھے۔ روٹیل نے اپنے کاغذات انہیں دکھائے اور بتایا کہ وہ تو روٹیلوں کا وفادار  
ہے۔ مگر انہوں نے ایک ذہنی اور روٹیل کو دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیا۔ اس کے بعد.....  
اس کے بعد..... انہوں نے..... انہوں نے اس کے سامنے میرا لباس تار تار کر دیا  
اور..... اور....." وہ اب تھر تھر کا پ رہی تھی، جیسے باضی کی لے آ رہی تھی سے دوبارہ گزر  
رہی ہو۔ "روٹیل سے یہ برداشت نہیں ہو سکا۔ لیکن وہ کچھ بھی نہیں سکتا تھا۔ انہوں نے  
اسے گولی مار دی۔ وہ چار دن وہاں رہے۔ پانچویں دن انہوں نے مجھے ایک ذہنیاتی  
کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ وہ مجھے سالکیوں لے گیا اور مجھے کی کاک پولیٹین پہنچا دیا۔ میں  
زندہ نہیں رہنا چاہتی تھی۔ لیکن زندہ تھی۔ پھر میں نے شکر گزاری بھی سیکھ لی۔ میں زندہ  
تھی، یہ کچھ کم نہیں تھا۔ پھر ایک روز روبن کی کاک پولیٹین آیا۔ وہ مجھ سے خوش ہوا  
اور اس نے کی کاک پولیٹین والوں کو مہنگے دام دے کر مجھے خریدا لیا۔ اس وقت سے میں

اس کے ساتھ ہوں۔“

”بس گزیا؟“

”نہیں“ اس کی آنکھوں میں چیخ تھا ”یہ میں بعد میں سمجھی کہ جب رومی نے میرے لئے جان دی تو اس نے میری مدد کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اس کی موت سے مجھے کچھ فائدہ نہیں پہنچا۔ بلکہ میں بالکل ہی بے سہارا ہو گئی۔ اگر وہ اس وقت وہ ذلت برداشت کر لیتا تو شاید اس وقت میرے ساتھ ہوتا اور شاید میں بردہ نہ ہوتی۔ شاید ہمارے پاس اس منوں رات کی یاد ہوتی..... بلکہ وہ بھی مٹ جاتی۔ زندگی بڑے بڑے زخموں کو مندرل کر دیتی ہے“ اس نے خرم کا ہاتھ تھام لیا ”موت امید کا اختتامیہ ہوتی ہے۔ موت اس شخص کے لئے محبت کو ختم کر دیتی ہے، جو زندہ بچ جائے۔ میں تم سے یہ وعدہ لیتا چاہتی ہوں خرم..... یہ وعدہ کہ چاہے کچھ ہو، رو بہن مجھے کتنی ہی اذیت پہنچائے، تم زندہ رہو گے..... میری خاطر۔ میں دوسری بار بے سہارا نہیں ہونا چاہتی۔ تمہیں یہ وعدہ کرنا ہوگا خرم۔“

”میں وعدہ کرتا ہوں میری جان“ خرم نے بڑی محبت سے کہا۔ اس نے نلیم کو اپنی باتوں میں سیٹ لیا۔



سورج دمنانے دار پہاڑوں کے پیچھے جا چھپا۔ زمین اور سمندر پر بہت تیزی سے اندھیرا اتر آیا۔ کچھ دیر بعد ستارے چمکنے لگے۔ آتش فشاں کی چوٹی تاریخی شعلے کی طرح نظر آنے لگی۔ پھر اچانک پیسے کوئی اشارہ ہوا اور مشعلیں جل اٹھیں۔ پہلے ساحل پر پھر اوپر کی طرف جاتے راستے پر جل کی فیصلوں پر۔

خرم عرشے پر آیا تو دوسرے آفیسر یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ سب وردیوں میں تھے۔

پھر کشتیاں اتاری جانے لگیں۔ ہر آفیسر کو اپنے ساتھ ایک کوبو ممبر کو لے جانے کی اجازت تھی۔ وہ لوگ الگ کھڑے تھے۔

گاٹیڑو، خرم کے برابر اکھڑا ہوا۔ اس نے دھیرے سے کہا ”میں بھی پہلی کشتی میں ہوں نواز۔ تمہارے قریب رہنے کی کوشش کروں گا۔“

وہ نیچے اترے اور کشتیوں میں بیٹھ گئے۔

وہ ساحل پر پہنچے تو وہاں ڈولیاں تیار تھیں۔ راستے میں دو دو یہ مشعل بردار کھڑے تھے۔ ایک طرف رو بہن کے تحائف کے خوان تھے۔ وہ غلاموں کے سروں پر رکھ کر لے جانے تھے۔ کچھ بڑے تختے بھی تھے۔ انہیں پہڑوں سے ڈھانپ دیا گیا تھا۔ ان میں ایک جپ بھی تھی۔ کچھ دوسرے کے پہرے داروں کا ایک گروہ تھا، جو مقامی لوگوں کو ان کی طرف بڑھنے سے روک رہا تھا۔

ایک کھار نے خرم کا بازو چھوتے ہوئے اپنی ڈولی کی طرف اشارہ کیا۔ خرم بڑے عجیب سے انداز میں ڈولی پر چڑھا۔ ڈولی میں ایک کرسی تھی۔ کرسی پوش ڈیزائن والے ریشمی کپڑے کی تھی۔ ڈولی میں سے سالوں اور صندل کی خوشبو آ رہی تھی۔

پھر کرسی نے چیخ کر صکھ انداز میں کہا۔ کھاروں نے ڈولی کے باہر نکلے ہوئے ڈنڈے اپنے کندھوں پر رکھے اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ خرم کو وہ سواری بے حد عجیب لگی۔ وہ مشعلوں سے اور پتلا۔ پہاڑ تک راستے کے دونوں طرف مشعل بردار کھڑے تھے۔ ان کے پیچھے عام لوگ تھے۔ مشعلیں بھی خوشبو دار تھیں۔ دیہاتی ہنس بول رہے تھے۔ اچھا خاصا ہنگامہ برپا تھا۔ وہ سلطان کے مہمانوں کا تالیاں بجا کر سواگت کر رہے تھے۔

پھر اچانک جلی جلی کے صدر دروازے پر پہنچ گئے۔ ایک کی کڑی کے دو بہت بڑے ستون تھے، جن پر پھول دار ریلیں لپٹی ہوئی تھیں۔ آرائش جو کی رہ گئی تھی، وہ برعدوں کے پردوں سے پوری کی گئی تھی۔ ستون کے دونوں طرف پہرے دار کھڑے تھے۔ انہوں نے ڈولیوں کے اس جلوس کو اندر جانے کا اشارہ کیا۔ آگے بتدریج اوپر کی سمت جاتے ہوئے بانچوں کا سلسلہ تھا، جس سے انہیں گزرتا تھا۔

خرم یہ سب کچھ بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

ہر کھڑکی اور ہر حراب روشن تھی۔ ہوا خوشبوؤں سے بھری تھی۔ دور کہیں



گھنٹیاں بج رہی تھیں۔ ڈول میں بیٹھا ہوا خرم خود کو تیرا محسوس کر رہا تھا۔ اسے لگ رہا تھا، جیسے وہ انہوں کی پنک میں کوئی خواب دیکھ رہا ہے۔ وہ کوئی فیصلہ کرنے یا اپنی مرضی سے کچھ کرنے کے قابل نہیں تھا۔

آخر کار وہ خواب ٹوٹ گیا۔ کہاںوں نے ڈول نیچے رکھ دی۔ وہ لوگ نیچے اترے تو انہوں نے خود کو ایک بہت بڑے صحن میں پایا۔ سامنے محل کے دروازے کے سامنے والے قد بچے تھے۔ آخری قد بچے پر وزیر استقبالیہ کیٹی کے ساتھ ان کا استقبال کرنے کے لیے موجود تھا۔

وہ لوگ آہستہ آہستہ بڑھے۔ ہر آفسر کا خادم اس کے پیچھے تھا۔ وزیر نے ملاوی زبان میں انہیں خوش آمدید کہا اور گل میں لے گیا۔

دربار بہت وسیع و عریض تھا، جس میں بے شمار ستون تھے۔ آگے ایک چبوترہ تھا، جس پر جواہرات سے مزین شاہی تخت رکھا تھا۔

انہوں نے استعجاب سے لگا ہوں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ دربار اتنا بڑا تھا کہ ایک پوری فوج بہ آسانی اس میں ساکتی تھی۔ درمیانی حصے کے لیے بہت زیادہ روشنیوں کا اہتمام کیا گیا تھا۔ دیواروں کے ساتھ گاؤں کے لگائے گئے تھے۔ ہر گاؤں کے سامنے منٹش ککڑی کی ایک چھوٹی میز رکھی تھی۔ ستونوں کے پیچھے سایوں میں بھڑکیلے لباس پہنے خدام احکامات کے منتظر تھے۔ تخت کے بائیں جانب آکر کمرہ تھا۔ انہوں نے کوئی مقامی دھن چھیڑ رکھی تھی۔

جھلپتی ہوئی روشنیوں کی وجہ سے تخت آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر رہا تھا۔ روشنیوں کا زاویہ بدلتا تو اس میں جڑے ہوئے جواہرات چمکنے لگتے۔ چھت سے متعدد فانوس جھول رہے تھے۔

تخت کے دائیں طرف ایک چھوٹا سا دوسرا تخت لگایا گیا تھا۔ اصل تخت کے مقابلے میں اس میں جواہرات بھی کم تھے۔ اسے آسانی سے ادھر ادھر منتقل کیا جاسکتا تھا۔ شاید وہ روبن کے لئے تھا۔

وزیر انہیں تخت شاہی کے سامنے لگے گاؤں کیوں کی طرف لے گیا۔ وہ سب بیٹھ گئے۔ گائیڈ خرم کے برابر ہی بیٹھا تھا۔

وزیر نے تالی بجا کر تو خدام کا ایک گروہ نمودار ہو گیا۔ ان کے ہاتھوں میں چاندی کے چھوٹے ٹشت تھے۔ چاندی کی ٹشتروں میں عجیب سی مٹھائی رکھی تھی۔ نازک شیشے کے جام تھے، جن میں مشروب تھا۔ انہوں نے مودبانہ انداز میں سر جھکا کر مہمانوں کو تعظیم پیش کی اور سامانِ فیاضیت ان کے سامنے رکھ دیا۔

مشروف بیٹھا تھا۔

خرم نے کہا ”یہ روبن کہاں رہ گیا؟“

”گائیڈ نے کندھے جھٹک دئے“ وہ جازنون کے ساتھ آئے گا۔ تمہاری محبوبہ کی کمر میں ہاتھ ڈالے..... بادشاہوں کی بج دج کے ساتھ۔ کچھ عجب نہیں کہ وہ مارچ کرتا ہوا آئے اور سلطان کے تخت پر ہی جا بیٹھے۔“ اس نے دانت نکال دئے۔ پھر وہ پلٹا اور اپنے ساتھیوں سے اٹلاوی زبان میں باتیں کرنے لگا۔ خرم مشروب کے کھونٹ لیتا رہا۔

وہ سوچ رہا تھا۔ اب وہ لیروں کے خواب سمجھ سکتا تھا۔ یہ وہ چیز تھی، جو صدیوں سے انہیں اشارے کر کے اپنی طرف بلا رہی تھی۔ یہ مور کی شکل کے تخت سلطنت، یہ دیوتا، جن کی آنکھوں میں جواہرات لودیتے تھے، مخلوق کے درخانیوں میں چھپے ہوئے خزانے۔ وہ قوت کے متلاشی تھے..... جواہرات اور دولت میں بڑی قوت ہوتی ہے۔

روبن کو بھی قوت کی ہوس تھی۔ یہ بات اس کے انداز سے ظاہر ہوتی تھی۔ اس کی بد معاشری، اس کی جرأت، اس کا ظلم، اس کا ہر انداز بتاتا تھا کہ وہ مطلق العنانی کا خواہش مند ہے۔ وہ جتنے کے اعتبار سے بڑا آدمی تھا۔ وہ ویسے بھی بڑا آدمی بن سکتا تھا۔ لیکن اس کے اندر بے رحمی سفاکی کی حد کو پہنچی ہوئی تھی اور اس کی ذہانت صرف دوسروں کو دھوکا دینے، نقصان پہنچانے اور انہیں اشیاء کی طرح استعمال کرنے کی ترکیبوں میں صرف ہوئی تھی۔ ایسے لوگ کبھی بڑے آدمی نہیں بنتے۔

ہیرا، وجود کو مہکانے کے لیے ایک مہکا پھول۔ اس نے ہاتھ اٹھایا اور تقارے جیتے لگے۔ ستونوں کی اوٹ سے سات لڑکیاں نکلیں۔ وہ واقعی انمول ہیروں..... مہکتے پھولوں کی طرح تھیں۔ ان کا حسن مکمل تھا۔ ہر لڑکی کے ہاتھ میں ایک تکیہ تھا جس میں ایک بڑا مہینہ جڑا ہوا تھا۔ ہر لڑکی ایک ایک آفسر کے سامنے جھک گئی۔ ان میں روبن اور خرم بھی تھے۔ انہوں نے سلطان کا تختہ پیش کیا اور پھر ہر لڑکی اپنے سنے آقا کے ساتھ بیٹھ گئی۔ یہ اشارہ تھا کہ انہوں نے خود کو ابھی آقاؤں کے سپرد کر دیا ہے۔

نظارہ پھر بجا اور اس بار روبن اٹھ کھڑا ہوا۔ خرم زودہ سا اسے دیکھتا رہا۔ وہ اس سے نفرت کرتا تھا لیکن اسے سراپے بغیر بھی نہیں رہ سکتا تھا۔ وہ پورے دربار پر چھایا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔ اس کے سامنے سلطان بھی ہلکا معلوم ہو رہا تھا۔

لحافی توقف کے بعد روبن نے رواں ملاوی زبان میں خطاب شروع کیا۔ ”میں اس اعزاز پر شکر گزار ہوں، جو دانائے عالم نے مجھے اور میرے ساتھیوں کو ان نشاط افزا مساعیوں کی شکل میں عطا کیا۔ ہمارے تحائف سلطان کے تحائف کے سامنے بے وقعت ہیں۔ لیکن یہ آئے والے بیش قیمت تحائف نقیب کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ حقیر تحفے مجھے دنیا سے آئے ہیں، جہاں عجوبے یوں نمودار ہوتے ہیں، جیسے کسی جادوگر کی انگلی کے اشارے سے آسمان کے درختوں کی شاخیں بناموسم کے آسمان سے لہ جائیں.....“

جیسے جیسے وہ بولتا گیا، خدام عقیقہ دروازے سے اس کے تحائف دربار میں لاتے رہے۔ تخت کے ایک طرف تحائف کا انبار لگ گیا۔

”ان میں ایک بکس ہے آوازوں کا۔“ روبن کہہ رہا تھا۔ ”اس کی مدد سے سلطان اپنے محل میں ساری دنیا کی آوازیں سن سکیں گے۔ ایک مشین ہے، جو انگلی کے ایک اشارے پر پورے محل کو جھگمگادے گی۔ ایک گاڑی ہے، جو دانائے عالم کو جہاں وہ چاہاں گے، بہت جلد پہنچا دے گی۔ اس کے لیے بہت جلد ایک سڑک بنائی جائے گی۔“

شاہی فوجیوں کے لئے گھنٹیں بھی ہیں اور شیشے کے وہ ظروف بھی ہیں جو صرف یورپ کے شاہزادے ہی استعمال کر سکتے ہیں۔ سلطان کے حرم کے لئے وہ رہشمہ و حریر بھی ہے اور

موسیقی اچانک ہی ختم گئی۔ دوبارہ شروع ہوئی تو اس کی لے پہلے سے تیز تھی۔ درباریوں کی آمد شروع ہو گئی۔ فضا سرگوشیوں اور حریری پردوں کی سرسراہٹ سے بھر گئی۔ ایک لمبے بعد وزیر پھر نمودار ہوا۔ اس کے پیچھے روبن، جازنون اور نلیم تھے۔ نلیم اتنی حسین لگ رہی تھی کہ اسے دیکھ کر سانسیں رک رک جاتی تھیں۔ وہ رواجی افغان لباس میں تھی۔ گلے میں زمر کا نیکلس اور ہاتھوں میں زمر کے نکلن تھے اور اس کی جلد سے جیسے چاندنی چمک رہی تھی لیکن اس کا چہرہ یوں بے تاثر تھا، جیسے وہ کوئی مورتی ہو۔ صرف اس کی آنکھوں کی چمک اسے حقیقی جاگتی عورت ثابت کر رہی تھی۔

روبن اور جازنون نے اسے درمیانی گاؤں کیلئے کے پاس بیٹھا دیا۔ نلیم نے اپنے چہرے پر باریک نقاب ڈال لی۔

موٹا وزیر تخت کے نیچے منتظر کھڑا تھا۔ پھر تقارے کی آواز ابھری، جو تمام ایوانوں میں گونج کر رہ گئی۔ دربار کے تمام لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے سر جھٹکے ہوئے تھے۔ آنکھیں بند تھیں۔ موٹا وزیر کا رنگ شارو کے سلطان کے دس خطاب دہرا رہا تھا۔ ان میں سلطان کا سب سے بڑا خطاب بھی تھا..... دانائے عالم!

انہوں نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو سلطان تخت کے سامنے کھڑا تھا۔ اس کے محافظ اس کے ساتھ تھے۔ برابر والی کرسی بھی خالی تھی۔ سلطان تخت پر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا تو تمام لوگ بیٹھ گئے۔

وزیر نے رواجی خطاب شروع کر دیا ”اب ہم وہ آوازیں سن گے، جو جلال میں ہو تو طوفانوں سے بڑھ کر ہے، جسے سن کر سونے ہوئے پہاڑ بھی جاگ اٹھتے ہیں۔ آواز، جو مہربان ہو تو گلستا ہے، منہ سے پھول برس رہے ہیں۔“

سلطان نے کہا ”میں ان انجینیئروں کو اپنی سرزمین پر خوش آمدید کہتا ہوں۔ جو میرے لوگوں کے لئے دولت اور خوش حالی کا پیغام لائے ہیں۔ وہ دوستوں کی حیثیت سے آئے ہیں اور ہمارے لئے تحفے لائے ہیں۔ لیکن وہ عقائد میں ہم سے بڑھ نہیں سکتے۔ لہذا ہر انجینیئر کو ہماری طرف سے تحفہ ملے گا..... دل کو جھگمکانے کے لئے ایک انمول

جواہرات بھی، محفل کے ہر افسر کے لئے تجھے ہیں.....“ وہ کہتے کہتے رکا۔ تمام مخالف آپکے تھے۔“ اور آخر میں سب سے حسین تحفہ سلطان کے لئے، جو میری بساط میں تھی۔ ایک موتی، جولا ثانی ہے۔ یہ ذاتی تحفہ ہے اور میں اسے ذاتی طور پر پوری عاجزی کے ساتھ سلطان کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں.....“ اس نے نلیم کا ہاتھ پکڑا اور اسے لے کر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا تخت کی جانب بڑھا۔

”خدا یا نہیں!“ خرم کی سرگوشی میں دہشت تھی۔ وہ اٹھنے لگا مگر ایک طرف سے جازنوں اور دوسری طرف سے گائیڈوں نے اسے زبردستی بٹھادیا۔

”خدا کے لئے، اس وقت کوئی گڑبڑ نہ کرنا۔“ گائیڈوں نے لرزیدہ آواز میں اس کے کان میں کہا۔ ”تم کاٹ کر رکھ دینے جاؤ گے اور لڑکی کا کچھ بھلا نہ ہوگا۔ خود پر قابو رکھو..... اس کی خاطر۔“

خرم دوبارہ بیٹھ گیا۔ ان کی انگلیاں اسے اپنے بازوؤں میں گزرتی محسوس ہو رہی تھیں۔ وہ خاموشی اور بے بسی سے نلیم کو باندیوں کی طرح سلطان کے قدموں میں بیٹھتے دیکھتا رہا۔ سلطان نے بازوؤں سے پکڑ کر نلیم کو اپنے سامنے کھڑا کیا اور اس کی نقاب اتار دی۔

نلیم کے حسن کو دیکھ کر پورا دربار شہدر تھا۔

روبن نے جبکہ کر سلطان کو تعظیم دی اور اگلے قدموں اپنی جگہ واپس آ گیا۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں شیطانی چمک تھی۔

خرم کا بس نہیں چل رہا تھا کہ روبن پر رحمت لگائے اور اپنے دانتوں سے اس کا زرخرہ اڈھیر ڈالے لیکن جازنوں اور گائیڈوں سے مضبوطی سے پکڑے بیٹھتے تھے۔

پھر سلطان کی طرف سے روبن کو تیل کے کنویں کے لئے کھدائی کا اجازت نامہ عطا ہوا اور اس کے ساتھ ہی موسیقی شروع ہو گئی۔ خدام کھانا اور شربت سرو کرنے لگے، مسخرے، کرتب باز اور قاصدیں اپنے ہنر کا مظاہرہ کرنے لگیں۔

لیکن خرم کو یہ سب کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ خاموش بیٹھا پھرائی ہوئی آنکھوں سے نلیم کو دیکھنے جا رہا تھا، جسے سلطان نے اپنے برابر چھوٹے تخت پر بیٹھا لیا تھا۔

دعوت ختم ہوئی تو خرم نے بیٹھ دھت تھا۔ جیسے جیسے اسے ڈولی میں ڈالا گیا۔ جہاز پر پہنچنے کے بعد گائیڈوں نے شاہی تحفے کی مدد سے اس کا لباس تبدیل کر لیا اور اسے بستر پر لایا۔

خرم لیٹنے ہی سو گیا۔



وہ جاگا تو اس کی حالت تباہ تھی۔ دماغ پر جیسے ہتھوڑے برس رہے تھے۔ زبان اتنی سوچ گئی تھی کہ لگتا تھا، منہ میں سہاٹی نہیں سکتی۔ کہن میں دھوپ بھری ہوئی تھی اور تاپنے کی سی نگھٹ والی ایک لڑکی اس کے سر ہانے کرسی ڈالے بیٹھی تھی۔

خرم کو سب کچھ یاد آ گیا۔ اور یاد آنے کے ساتھ ہی دل پر گھونسا سا لگا۔ اس نے کپڑے بدلے اور لڑکی کو ناشتا اور کافی لانے کے لئے بھیج دیا۔ لڑکینے ملاوی زبان میں کچھ کہا لیکن وہ جزیرے کی بولی تھی اور پھر روانی کی وجہ سے بھی خرم کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔

خرم کو عرشے پر جا کر سامان اتارنے والوں کی نگرانی کرنا تھی اور اس کے بعد صحیح معنوں میں اس کی آزمائش شروع ہوتی۔ دل میں کسی ہی نہیں اٹھیں، اسے لیوں پر مسکراہٹ سہانے رکھنا تھی۔ اسے روبن کو کامیابی کے بارے میں اور اپنے متعلق بے نشینی کے عذاب میں رکھنا تھا۔ اس کے پاس تہہ کا ایک ہی پتہ تھا۔ اس کے بغیر روبن کو تیل نہیں مل سکتا تھا۔ اب یہ اس پر منحصر تھا کہ وہ اس تہہ کو کیسے استعمال کرتا ہے۔

لڑکی ناشتا لے کر آئی۔ ناشتا اس کے ساتھ رکھ کر مقامی رواج کے مطابق وہ اس کے قدموں میں بیٹھ گئی۔

ناشتے کے دوران خرم نے اس سے پوچھا ”تمہارا نام کیا ہے؟“

”ساشا میرے مالک۔“

”خوبصورت نام ہے۔“

”مجھے خوشی ہوئی کہ آپ کو میرا نام پسند آیا۔“

یہ گفتگو مقامی زبان میں ہو رہی تھی۔ خرم ملاوی اچھی خاصی بول لیتا تھا لیکن بولی کی وجہ سے کچھ دشواری ہوتی تھی۔ ”جانتی ہو، تم میری ملکیت ہو؟“ خرم نے پوچھا۔

”ہاں مالک، جانتی ہوں۔“

”کچھ دیر بعد میں مصروف ہو جاؤں گا۔ اس دوران تم میرے کپڑے دھوؤ گی۔ پھر انہیں دوسرے کپڑوں کے ساتھ پیک کر دیتا۔ ہمیں یہاں سے جانا ہے۔“ لڑکی نے چنگتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ ”میں مالک کی عورت ہوں۔ مالک کا خیال رکھوں گی اور.....“

”ہاں تم میرا خیال رکھو گی۔“ خرم نے جلدی سے کہا۔ پھر اضافہ کیا ”باقی باتیں بعد پر چھوڑو۔ اس وقت ویسے ہی انجینیں کم نہیں میرے لئے۔“

خرم نے لڑکی کو دھلائی کے کپڑے دکھائے۔ بتایا کہ پیکیج کیسے کی جاتی ہے۔ پھر اس نے آنکھوں پر سیاہیشوں والا چشمہ لگایا اور عرشے کی طرف چل دیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی آنکھوں میں کوئی رات کی کہانی پڑھے۔

عرشے پر محل کی طرف دیکھتے ہوئے خرم، نیلم کے متعلق سوچتا رہا۔ چند لمحے بعد روبن اسی طرف آگیا۔ ”جلدی کام شروع کر دیا تم نے؟“ اس نے کہا۔

”ہاں۔ یہ برسوں کی عادت ہے میری۔“ خرم نے سر دلچے میں کہا ”دن کا بہترین وقت دوپہر سے پہلے کام ہوتا ہے۔“

”رات لطف آیا؟“

”ہاں۔ بہت لطف آیا۔ خرم نے جبراً مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ خوش تھا کہ اس کی آنکھیں سیاہیشوں کے پیچھے چھپی ہوئی ہیں۔

”نیلم کتنی خوبصورت لگ رہی تھی۔“

”وہ ہے ہی خوبصورت۔“

”تمہیں میرا اس سلطان کو پیش کرنا پرا تو نہیں لگا؟“

”میرا خیال ہے، تم ولد الحرام ہو۔“ خرم نے بے حد نرم لہجے میں کہا ”لیکن یہ بات میں شروع ہی سے جانتا ہوں۔“ اس نے جان بوجھ کر جارحیت کی تھی۔ روبن یوں سنا، جیسے خرم نے اسے کوڑے مار دیئے ہوں۔ یہ دیکھ کر خرم کو اطمینان اور خوشی ہو۔ وہ پوری طرح اپنے کنٹرول میں تھا۔

”تم میری توقع سے زیادہ سخت جان ہو۔“ روبن نے سر دلچے میں کہا۔ ”یہ ضروری ہے میرے لئے۔ کیونکہ میں ایک مشکل کھیل کھیل رہا ہوں۔ اور ہاں، میرے کام شروع کرنے سے پہلے نیا ایگریمنٹ تیار کر کے مجھے دے دو۔“

”ایک گھنٹے کے بعد وہ تمہیں مل جائے گا۔“

”اور اس پر دستخط کرنے سے پہلے میں تمہارا پاسپورٹ دیکھنا چاہوں گا۔“ اس بار روبن کو شک لگا۔ ”کیا کہنا چاہتے ہو خرم؟“ اس کی آواز میں خفیف سی لرزش تھی۔

خرم ریٹنگ سے نک گیا۔ اس نے روبن کو مسکرا کر دیکھا ”میں کسی قانونی دستاویز پر کسی کے جعلی دستخط نہیں چاہتا۔“

روبن بھی حیرت انگیز طور پر مسکرایا۔ ”ٹھیک ہے۔ دستخط سے پہلے میں تمہیں اپنا پاسپورٹ دکھا دوں گا۔ اور کچھ؟“

”ہاں۔ کیپٹن جانزون..... تمہارے پائرنے میرے سامنے ایک تجویز پیش کی ہے۔“

”دیکھی تجویز؟“ روبن اس بار بھی کوشش کے باوجود، خود پر قابو نہیں رکھ سکا۔ وہ اپنی حیرت نہ چھپا سکا۔

”ابھی وہ فیصلہ نہیں کر سکا ہے۔ دو تجویزیں ہیں اس کے ذہن میں۔ پہلی یہ کہ وہ مجھے نقد رقم اور تم سے تحفظ کی گارنٹی کے عوض خرید لے۔ دوسری یہ کہ میں اور وہ مل کر تمہیں راستے سے ہٹا دیں۔ منافع فتنی فتنی اور دونوں ہی تجویزیں قابل عمل ہیں۔“

دو ٹکٹے بعد خرم، گائیڈ کے ساتھ سائیڈ کی طرف جا رہا تھا۔ اس کی جیبوں میں سروے چارٹس کے علاوہ نیا ایگریمنٹ بھی تھا۔ معاہدے کی رو سے اسے فروخت کا 25 فیصد براہ راست اسکاٹ مورسین سے ملنا تھا۔

لیکن اسے اس ایگریمنٹ کے بارے میں کوئی خوش فہمی نہیں تھی۔ دنیا میں کوئی ایسا قانون نہیں تھا، جو کسی جرم میں معافیت کرنے والے کو اس کی ناجائز رقم دلا سکے۔ البتہ یہ دلچسپ حقیقت سامنے آئی تھی کہ روبن کا اصل نام ایسی تھا۔ پاسپورٹ سے اس کے اصلی دستخط کا نمبر بھی مل گیا تھا۔ پاسپورٹ سے یہ بھی پتا چلا تھا کہ روبن برطانوی شہری ہے۔ پیدائش اس کی پولینڈ کی تھی۔ دس سال پہلے اسے برطانیہ کی شہریت ملی تھی۔ اس کی عمر 48 سال تھی۔

کچھ دیر بعد گائیڈ نے وہ سوال پوچھ ہی لیا، جو کب سے اسے پریشان کر رہا تھا۔ ”تم کیا کرو گے دوست؟“

”کام کروں گا۔“ خرم نے حیر لہجے میں کہا ”کام کروں گا۔۔۔۔۔ اور غلام کو آزادی دلانے اور روبن کو نیچا دکھانے کا منصوبہ بناؤں گا۔“

گائیڈ نے بے اختیار سیٹی بجائی۔ ”غلام کو آزادی؟ تمہارا خیال ہے، یہ ممکن ہے؟“

”میں کوشش کروں گا۔“

”دیکھیں کیسے؟ محل تو تم دیکھ ہی چکے ہو۔ زنان خانہ بالکل الگ ہے اور پھر پھرے دار۔۔۔۔۔“

”میں جانتا ہوں۔“ خرم نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ”لیکن ہم ان لڑکیوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔“ اس نے ساشا کی طرف اشارہ کیا۔ ”یہ مت بھولو کہ یہ لڑکیاں محل سے آئی ہیں اور محل سے واقف ہوں گی۔“

”یہ بھی یاد رکھنا کہ نواز یہ عورتیں ہیں۔ ان کی مدد کے عوض تمہیں کچھ نہ کچھ ادا کرنا ہوگا۔ ایسے نہ سہی، ویسے سہی۔ اپنی غلام کو آزاد کرانا ہے تو تمہیں شہنشاہ کو تھوڑی سی

روبین نے اسے بغور دیکھا۔ ”تم نے یہ بتایا کیوں سمجھے؟“

”تم نے غلط آدمی پر ہاتھ ڈالا ہے۔ روبن۔ جازون تمہارے لئے مناسب ہے۔ وہ تمہاری ہرزادتی برداشت کر سکتا ہے۔۔۔۔۔ کرتا آ رہا ہے۔ اس لئے کہ وہ تم سے خوف زدہ ہے۔ میں تم سے خوف زدہ نہیں ہوں۔ میرے پاس ہارنے کو کچھ نہیں اور جیتنے کو بہت کچھ ہے۔ یہ میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں۔“

”تم پہلی ملاقات کے بعد سے اب تک بہت بدلے ہو۔“

”میں تیزی سے سیکھتا ہوں۔“ خرم نے خوش دلی سے کہا۔

روبین چند لمحے کسی گہری سوچ میں ڈوبا رہا۔ پھر وہ خرم کی طرف مڑا۔ ”اگر ہم ایک دوسرے پر اعتبار کر سکیں تو یہ دونوں کے حق میں بہتر ہوگا۔“

”یہ تو ہے، اور جلد ہی وہ وقت آجھی جائے گا۔“ خرم نے کہا اور پھر موضوع بدل دیا۔ ”چند گھنٹوں میں سامان کا مرحلہ مکمل ہو جائے گا۔ میں ایگریمنٹ ہوتے ہی سائٹ پر جانا چاہوں گا۔ میرا خیال ہے، تم بھی کام کی پروگریس دیکھنے وقتا فوقتا آتے رہو گے۔“

”کنواں مکمل ہونے تک ہر روز۔“

”اور اس کے بعد تمہارا منصوبہ مجھے قتل کرنے کا؟“

”میں نے سوچا تھا یہ۔“ خلاف توقع روبن نے بے حد صاف گوئی سے کام لیا

”لیکن اب میں نے ارادہ بدل دیا ہے۔ میں تمہارے ہاتھوں جازون کو قتل کرانا پسند کروں گا۔“

”پھر جھوٹ بول رہے ہو۔“ خرم نے چیخنے والے انداز میں کہا۔

روبین کا چہرہ ہنستا اٹھا۔ اس نے غصے سے کہا ”دیکھو نواز۔۔۔۔۔“

”میں نے بھی بہت سوچا ہے اور تمہیں تیل کے ایک قطرے سے بھی محروم رکھنے کے لیے ہر ترکیب آزمائوں گا۔ اس لئے کہ تیل تمہارا میری موت ہوگا۔“ یہ کہہ کر وہ پلٹا اور ایک طرف چل دیا۔

محبت بھی دینا ہوگی۔ تمہیں ضرورت دوستوں کی ہے، رفیقوں کی نہیں۔“  
”لغت ہوا“ خرم فرمایا۔

”ایک اور بات۔ ٹیم کو صرف محل سے نکالنا ہی کافی نہیں۔ اسے اس جزیرے سے بھی لے جانا ہوگا۔ ورنہ تم دونوں پر تشدد ہوگا اور ظاہر ہے، روہن اپنے جہاز پر تمہیں سفر کرانے سے رہا۔“  
”یہ تو ہے۔“

”تو سوچو۔ اور کھو کہ تم ٹیم اور میں اس جزیرے پر پھنسے ہوئے ہیں اور جس شخص کے پاس ہمیں یہاں سے نکلنے کا ذریعہ موجود ہے، وہ تمہیں قتل کرنا چاہتا ہے۔“  
”میں نے سوچا ہے اس سلسلے میں..... سوچتا رہا ہوں۔ مجھے تو ایک یہ بات بھائی دیتی ہے۔ ایک نہ ایک دن میں روہن کو قتل کر دوں گا لیکن اس سے پہلے میں اس سے ہر چیز جچیں لوں گا۔ کیسے؟ یہ مت پوچھو۔ بس میں ایسا کر کے رہوں گا۔“

”میں تمہارے لئے دعائی کر سکتا ہوں۔“ گائیڈ نے بڑے خلوص سے کہا۔  
”ایک بات بتاؤ۔ یہ انٹینٹر جو ہے مائیکل، یہ کس طرح کا آدمی ہے؟ یہ میرے بہت قریب رہ کر کام کرے گا۔ میں جانتا چاہتا ہوں کہ میں اس پر اعتبار کر سکتا ہوں یا نہیں۔“

گائیڈ نے کندھے جھک دیئے۔ ”تم تو جانتے ہی ہو انٹینٹروں کو ان کا بس چلے تو کسی انجن سے شادی کر کے چھوٹے چھوٹے انجن پیدا کرنے شروع کر دیں۔ مائیکل بھی ایسا ہی ہے۔ گھوڑے جیسا اداس چہرہ ہے اس کا، دو لفظوں سے زیادہ بات نہیں کرتا۔ وہ کس انداز میں سوچتا ہے، کیسے محسوس کرتا ہے، یہ تمہیں خود پتا چلانا ہوگا۔ اگر تم اسے دوست بنانے میں کامیاب ہو گئے تو یہ ہماری منبھولی ہوگی۔ اس کی مدد کے بغیر جہاز نہیں چلایا جاسکتا۔“

”ٹھیک ہے۔ میں اس پر وقت صرف کروں گا۔“ خرم نے پر خیال انداز میں کہا۔  
اب گاؤں پیچھے رہ گئے تھے اور جزیرے کا غیر آباد حصہ شروع ہو رہا تھا۔ وہ

اس علاقے میں پہنچے جہاں ڈرنک ہوتا تھی۔ وہ مسطح قطعہ زمین مقامی آدمیوں سے بھرا ہوا تھا۔ ایک طرف آلات کا ڈھیر لگا تھا۔

خرم کی ماہر نگاہوں نے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ کام کا نکتہ نظر سے وہ بے حد مناسب جگہ تھی۔ وہاں کام کرنا زیادہ دشوار نہیں تھا۔ پہاڑی چشموں کا صاف پانی میسر تھا۔ اچھی لکڑی اور بانس بھی موجود تھے۔ لہذا ہنس کی تیار مشکل نہیں تھی۔ شام کے وقت وہ مزے سے بیٹھ کر سمندر کا نظارہ کر سکتے تھے۔ وہاں پتھر بھی نہیں تھے۔ پہاڑوں پر چڑھ کر محل کا جائزہ بھی لیا جاسکتا تھا۔ ممکن ہے، کبھی ٹیم بھی نظر آجاتی۔ اس نے سوچا، وہ گائیڈ سے کہے گا کہ جہاز سے ایک طاقت ور دور بین لا دے۔

میرنہا ہاتھ لہرا رہا تھا۔ ”میسور، مجھے بتایا گیا ہے کہ یہاں آپ نمبرون ہیں۔ یہ سامان موجود ہے۔ یہ رہے آپ کے مزدور۔ جس چیز کی ضرورت ہو، میرنہا کو حکم کریں۔ حاضر ہو جائے گی۔“

”ٹھیک ہے۔“ خرم نے کہا اور گائیڈ اور مائیکل کی ساتھ سروے کرنے لگا۔  
دو پہر تک ابتدائی انتظامات مکمل ہو چکے تھے۔ فرصت ملی تو خرم ایک طرف گائیڈ کے ساتھ کھڑے ہو کر کام کا جائزہ لینے لگا۔ مائیکل مزدوروں سے ڈیر لاشین نصب کر رہا تھا۔ انجن فٹ کرنے کے لیے جنگلوں سے درختوں کے لٹھے لا کر کائے جارہے تھے۔ اسٹاف کے رہنے کے لیے ہنس کی تیاری بھی شروع ہو گئی تھی۔ فریم بنائے جا چکے تھے۔ اب چھتیں ڈالنی جا رہی تھیں۔

خرم بڑی طمانیت سے ان سرگرمیوں کو دیکھ رہا تھا۔ یہ تصور بھی ناقابل یقین تھا کہ یہ ایک بڑے جرم..... فراڈ کا سامان ہو رہا ہے۔ ایسا فراڈ، جس میں موت اور تباہی کا قوی تر امکان موجود ہے۔

گائیڈ نے پہاڑی کی طرف اشارہ کیا، جہاں میرنہا اپنی مگرانی میں مزدوروں سے چھتوں کے لئے گھاس کٹوا رہا تھا۔ ”غصے..... میرنہا بھی تمہاری مدد کر سکتا ہے۔ وہ اس علاقے سے واقف ہے۔ اس کی محل تک بھی رسائی ہے۔ اس کے پاس اپنی بوٹ

ہے۔ وہ تا جہ ہے۔ وہ تمہیں تیور لے جاسکتا ہے۔“

”میں اس پر اعتبار نہیں کر سکتا۔“ خرم نے سپاٹ لپچے میں کہا ”وہ چند سکوں کے عوض اپنی ماں کو بھی بیچ سکتا ہے۔“

”اعتبار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ بس تم کسی طرح اسے خوف زدہ کر دو۔

جب یہاں ہما کا ہوگا، جو کہ ایک نہ ایک دن ہوتا ہے تو یہاں مارا کون جائے گا؟ نہ روہن نہ ہم۔ سلطان کسی کو سزا دینا چاہے گا تو قریب ترین شکار کون ہوگا۔ میرنہا۔ وہی ہمیں یہاں لانے کا ذمہ دار ہے۔ اگر تم اس سے مل کر اسے خائف بنا دو اور اسے انعام کا لالچ دو تو وہ تمہارے حلیف بن جائے گا۔ یہاں سے نکلنے کے لئے کشتی بھی مل جائے گی۔“

خرم نے گائیڈ کو بخور دیکھا اور ہنس دیا۔ ”بہتر ہوگا کہ ہم اپنے کام آپس میں تبدیل کر لیں۔ یہاں تو تم ہی ایک دماغ والے نظر آ رہے ہو۔“

”میں باز آیا بھیجی۔ تم مجھے کروڑ پاؤنڈ دو، جب بھی میں تمہاری جگہ نہ لوں۔ ہر رات یہی خواب نظر آئے گا کہ کوئی میرا گلا کاٹ رہا ہے۔“

”میں بھی ہر رات یہی کچھ محسوس کرتا ہوں۔“ خرم نے پرسکون لہجے میں کہا۔ ”لیکن میں نے اس کیفیت کو اہمیت دینا چھوڑ دیا ہے۔“



سورج غروب ہونے تک بٹس اور اسٹور ہاؤسز کی تعمیر کا مرحلہ مکمل ہو چکا تھا۔ گائیڈ ورڈ یو پیک نصب کرنے کے بعد میرنہا کے ساتھ واپس چلا گیا تھا۔ اس نے خرم کو ریڈ یو پیک استعمال کرنے کا طریقہ سکھایا تھا۔

گائیڈور کنا چاہتا تھا لیکن خرم نے اسے منع کر دیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ابتدا ہی میں روہن کو اس کے اور گائیڈ کے درمیان قریبی تعلقات کا اندازہ بھی ہو۔ ان کے درمیان رابطے کی جو صورت پیدا ہوئی تھی، وہ کسی قیمت پر اسے خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔

خرم اور مائیکل خرم کی ہٹ کے باہر بیٹھے بیڑی پر رہے تھے۔ دوسری بوتل آدمی

ہوئی تھی کہ خرم نے گفتگو چھیڑی۔ ”مائیکل..... ایک بات بتاؤ۔ تم اس سیٹ اپ میں کیسے شامل ہوئے؟ اور اب تک کتنے ہوئے کیوں ہو؟“

مائیکل نے پائپ کا ایک گھبراہٹ لیا اور کچھ دیر سوچتا رہا۔ ”سیڑھی سی بات ہے۔“ بالآخر اس نے کہا ”یہاں میں نمبر دن ہوں۔ کوئی بڑا جہاز ہوتا تو میں نمبر نو ہوتا۔ میری تنخواہ بہت اچھی ہے۔ اس کی بڑی اہمیت ہے۔ فلوئس میں میری بیوی اور دو بچیاں ہیں۔ مجھے بچوں کے مستقبل کی فکر ہے۔ اس لحاظ سے یہ جاب میرے لئے نعمت ہے۔“

”خوش قسمت ہو۔“ خرم نے تبصرہ کیا۔

مائیکل نے بیئر کا گھونٹ لے کر چاند کی طرف دیکھا۔ پھر اس نے الاؤ کے پاس بیٹھی لڑکیوں کی طرف اشارہ کیا اور عجیب سے لہجے میں پوچھا ”اس لڑکی کا میں کیا کروں؟“

”یہ فیصلہ تو تمہیں ہی کرنا ہے۔“ شبلو۔“ خرم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

مائیکل بے حد ناخوش نظر آنے لگا۔ ”مجھے لڑکیوں میں کوئی دلچسپی نہیں۔ جو انی میں میں خود کو بے وقوف بنا کر، بے وقوف بن کر خوش ہوتا تھا۔ اب بات اور ہے۔ رات محل میں جو کچھ ہوا..... اور جب میں دوسرے افراد کو قہقہہ خانوں کا رخ کرتے دیکھتا ہوں تو مجھے اپنی بیٹیوں کا خیال آ جاتا ہے۔ اس کے بعد اس طرح کے تصور سے ہی وحشت ہونے لگتی ہے۔ میں تم پر تنقید نہیں کر رہا ہوں۔ لیکن اپنے لئے.....“

”خرم نے سگریٹ نیچے پھینک کر اسے جوتے کی اڑی سے مسل دیا پھر وہ مسکرایا ”میرا معاملہ بھی مختلف ہے مائیکل“ اس نے کہا ”جب تک تم یہاں ہو، ہم ایک ہی ہٹ میں رہیں گے۔ یوں بھی شرارت سے باز رہوں گا۔ دونوں ننھے ایک ساتھ رہ لیں گے۔“

مائیکل کے ہونٹوں میں پہلی بار ایک مسکراہٹ ابھری ”بہت بہت شکریہ میرے دوست“ اس نے کہا ”اب میں ڈھنگ سے کھانا کھا سکوں گا۔“

کا پکا ہوں۔“

”تم اچھے چارہ ہو“ خرم نے سر دلچھے میں کہا ”بس کام جاری ہے۔ مجھے کسی چیز کی ضرورت ہوئی تو تمہیں بتا دوں گا۔“

میرنہا نے ہونٹوں پر زبان پھیری اور ادھر ادھر دیکھا۔ پھر اس نے سرگوشی میں آکھا ”آ..... آپ مجھے وکی کی ایک بوتل قیتا دے سکتے ہیں سینور؟“

”میں تمہیں ایک بوتل ویسے ہی دے دوں گا۔“

میرنہا نے شکرگزار سے بھرپور تقریر شروع کی لیکن خرم نے اس کی بات کاٹ دی ”مجھے یہ بتاؤ، ہمارے کام میں تمہیں کتنا معاوضہ مل رہا ہے؟“

”تیس پاؤنڈ اسٹرلنگ کے مساوی انڈیشی روپے“ میرنہا نے کہا ”آپ ہی انصاف سے کہیں سینور۔ یہ بہت کم ہے نا؟“

خرم ہنسنے لگا ”اور تم تجارت بھی تو کرتے ہو۔ یہ بتاؤ، عام طور پر کن علاقوں میں مال لاتے لے جاتے ہو۔“

”الپیون، بورو، کافی کٹول اور تیور۔ آپ کہیں تو آپ کو بھی کچھ برنس دلا دوں۔“

”کیا ہے تمہارے ذہن میں؟“

”یہ مال“ میرنہا نے فیول کے ڈرموں کی طرف اشارہ کیا ”ولی میں یہ سونے کے بھاؤ بکتا ہے اور وہ واحد جگہ ہے، جہاں سے میں فیول خرید سکتا ہوں۔ دور ہونے کی وجہ سے میرا منافع بہت کم ہو جاتا ہے۔ آپ کے پاس ضرورت سے زیادہ فیول موجود ہے۔ میں آپکو اچھی آفر کر سکتا ہوں..... جواہرات کی شکل میں۔ نیلم، زمر، یا قوت وغیرہ۔ اگر آپ کو میری آفر میں دلچسپی ہو تو میں پتھر دکھاؤں آپ کو۔“

”کسی شام میری ہٹ پر آنا۔ وہاں بات کریں گے۔“

”بہتر سینور“ میرنہا نے کہا اور مزدوروں کی طرف چلا گیا۔ وہ ملاوی میں انہیں گالیاں دے رہا تھا۔ خرم طمانیت سے اسے دیکھتا رہا۔

دونوں ہنس دئے۔ خرم نے سوچا، میں بھی ڈھنک سے کھاسکوں گا اور ایک نیا اتحادی ملنے کا امکان بھی پیدا ہو رہا تھا۔

\*\*\*

اگلی صبح گائیڈ و، میرنہا کے ساتھ باہر تھا کہ گائیڈ نے ریڈیو پر خرم سے رابطہ کیا ”روبن تم سے ملنے آ رہا ہے“ اس نے اطلاع دی ”اس نے مجھے؟ موری سن کے لیے ایک ریڈیائی پیغام دیا ہے۔“

”پیغام کیا ہے؟“

”پیغام سنو..... آپریشن شروع ہو گیا ہے۔ نتائج جلد سامنے آنے کی امید ہے۔ مزید رپورٹس کا انتظار کرو۔ یہ پیغام میں بھیج چکا ہوں۔“

”شکر ہے۔ اور گائیڈ! دور بین نہ بھولنا۔“

”شام کو لے آؤں گا اور دوست، پیغام بھیجے کی پریکٹس کرو۔ میرے لئے سمجھنا بہت مشکل ثابت ہوا ہے۔“

”اوکے“

خرم نے پاور کا سوئچ آف کیا، ہیڈ فون اتارے اور سگریٹ سلگالی۔ وہ آپ ہی آپ مسکرانے لگا۔ روبن سے اس کی گفتگو کے ثمرات سامنے آتے نظر آرہے تھے۔

وہ ہٹ سے نکلا اور بے فکری سے سیٹی بجاتا کام کرنے والوں کی طرف چل دیا۔

میرنہا، مزدوروں سے فیول کے ڈرم ایک شیڈ میں رکھوا رہا تھا۔ خرم کو دیکھ کر اس نے دانت نکالے اور فوراً ہی شروع ہو گیا ”ہم تیر کام کر رہے ہیں۔ ہے نا سینور۔ دیکھئے..... کام کی شکل بھی نکل آئی ہے۔ لیکن ان مزدوروں کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ سینور۔ انہیں مسکراہٹ ضرور دیں لیکن ساتھ ہی مسلسل دوڑاتے بھی رہیں۔ آپ تو مطمئن ہیں نا؟ کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو میرنہا کو حکم کریں۔ فوراً حاضر کر دوں گا۔ میں نے مسٹر روبن سے مکمل تعاون کا وعدہ کیا تھا اور میں اس وعدہ پورا کرتا ہوں۔ برنس





”کیا مطلب؟“

”سلطان کی عورت بے وفائی کرے تو پہلے تو اسے اور اس کے محبوب کو طرح طرح کی اذیتیں دی جاتی ہیں۔ ایک دوسرے کی آنکھوں کے سامنے پھر انہیں ایک ساتھ آگ والے پہاڑ گورنگ میرا پی میں پھینک دیا جاتا ہے۔“

خرم لرز رہ گیا۔ واقعی یہ سزا تو بڑے سے بڑے محبت کرنے والے کو محبت سے دور رکھ سکتی ہے۔ پھر اسے نیکم کا خیال آیا۔ اس پر ان عورتوں کے درمیان کیا گزر رہی ہوگی۔ اسے روہن پر غصہ آنے لگا۔ بد بخت نے نیکم کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔

ساشا ابھن بھری سوالیہ نگاہوں سے اسے تک رہی تھی۔

اچانک ہی خرم کو ایک خیال سوجھ گیا۔ اس نے کہا ”سلطان کو جو عورت پیش کی گئی، وہ میرے ایک دوست کی بہن ہے۔“

ساشا خوش ہو کر تالیاں بجانے لگی۔ خرم حیران رہ گیا۔ ”جب تو تم دونوں ہی خوش قسمت ہو۔ سلطان کی عورت بننا بہت بڑا اعزاز ہے۔“

”نہیں۔ ہم ایسا نہیں سمجھتے اور وہ وہاں ترپ رہی ہوگی۔ وہ سلطان کے حرم میں نہیں جانا چاہتی تھی۔ میں اس تک ایک پیغام پہنچانا چاہتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ جوابی پیغام بھی مجھے مل جائے اگر مجھے یہ علم ہو جائے کہ وہ محل میں خوش ہے تو میں بھی یہاں خوش رہ سکوں گا۔ تم اس سلسلے میں کوئی مشورہ دے سکتی ہو مجھے۔“

”میں تمہاری خاطر پیغام رسائی کر سکتی ہوں۔“

”یہ ممکن ہے؟“

”کیوں نہیں۔ محل سے اسی طرح خبریں آتی جاتی ہیں۔ پہرے دار ہمیں جانتے ہیں۔ لہذا ہمارے آنے جانے پر معترض نہیں ہوتے۔“

”اوہ۔“

”اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ وہ محل میں خوش ہے تو تم میرے ساتھ خوش رہ سکو گے؟“ ساشا نے سادگی سے پوچھا۔

خیال کے نام۔“

”میرے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ میں اب جا کر کام کی نگرانی کروں گا۔“ ہانکے لے پھرتے ہوئے کہا۔

خرم اپنی ہٹ میں چلا گیا اور گند پختل لے کر درویش مہم کا خاکہ بنانے میں مصروف ہو گیا۔

ساشا آئی اور اس کے قدموں میں بیٹھ گئی۔ وہ اسے متوجہ نگاہوں سے تک رہی تھی۔ خرم بے دھیانی سے اس کا سر تھپتھا رہا۔ وہ اپنا سر اس کے گھٹنوں پر ٹکا کر بیٹھ گئی۔ کوئی میں منٹ بعد خرم کے ذہن پر اچانک طالع ہوا کہ یہ لڑکی بھی اس کی حلیف ہی ہے..... بلکہ شاید سب سے اہم حلیف!

اس نے ساشا کو اٹھایا اور اپنے سامنے میز پر بٹھالیا۔ وہ کسی گڑیا کی طرح پکلیں چھپکائے بغیر اسے دیکھتی اور مسکراتی رہی۔

”تم محل میں کیا کرتی تھیں؟“ خرم نے نرم لہجہ میں اس سے پوچھا۔

”میں سلطان کی عورتوں کی خدمت کرتی تھی۔ کوئی پیار ہوتی تو اس کی دیکھ بھال کرتی۔ ان کا دل بہلانے کے لئے رقص کرتی۔“

”تم بھی سلطان کی عورتوں کی طرح بندرتی تھیں؟“

وہ اس کی بے خبری پر ہنس دی۔ ”نہیں۔ پابندی صرف سلطان کی عورتوں کے لئے ہے۔ ہم باندیاں آزاد ہیں۔ کہیں بھی آ جاسکتی ہیں۔“

”اور سلطان کے علاوہ کوئی مرد اس کی عورتوں کے پاس نہیں جاسکتا؟“

”ہاں۔ دروازے پر پہرے دار ہوتے ہیں۔ کوئی مرد وہاں چلا جائے تو فوراً ہی ختم کر دیا جائے گا۔“

”تو سلطان کی عورتوں کے محبوب نہیں ہوتے؟“

ساشا کی آنکھیں خوف اور حیرت سے پھیل گئیں۔ ”ارے نہیں۔ کون ہے جو اذیت ناک موت کا خطرہ مول لے گا؟“

اس لمحے خرم کو اندازہ ہو گیا کہ اس لڑکی کو حلیف بنانا اتنا آسان بھی نہیں۔ معاملہ بہت پیچیدہ تھا۔ درندہ وہ کسی بڑی مصیبت میں پھنس سکتا تھا۔



خرم نے دور بین آنکھوں سے لگا کر اسے فوکس کیا۔ دھندلا منظر صاف ہونے لگا۔ وہ اونچی دیوار کے پیچھے پائیں باغ کا جائزہ لے رہا تھا۔ فوارہ چل رہا تھا۔ باغ میں کوئی عورت نہیں تھی۔ یہ ایک بات کہ اوپر درختوں نے انہیں اوٹ میں لے رکھا ہو۔ ویسے وہ اپنے بھڑکیلے بیوساٹ کی وجہ سے فوراً ہی نظر آجاتا۔ اس نے سوچا ممکن ہے تھوڑی دیر بعد باغ میں چہل پہل شروع ہو۔ اس نے پوزیشن بدلی اور پہاڑی کی سرسبز ڈھلان کا جائزہ لینے لگا، جو اس وقت اس کے اوپر محل کے دیوار کے درمیان جاٹھی تھی۔

جب نایلم کوکل سے ٹکالے کا وقت آتا تو اسے یہی راستہ اختیار کرتا تھا۔ کیوں کہ عام راستے میں تو پہرے دار رکاوٹ بن جاتے اور صورت حال کا تقاضہ تھا کہ وہ نایلم کو اس طرح محل سے ٹکالے کہ اس کا پتا کافی دیر میں چلے۔

وہ درمیانی ڈھلان کا جائزہ لیتا رہا۔ وہاں کوئی راستہ، کوئی پگڈنڈی نہیں تھی۔ اس طرف سے کوئی محل کی طرف جاتا ہی نہیں تھا۔

خرم نے دور بین رکھی اور ہتھیلیوں سے آنکھیں ملنے لگا ”ہمیں انتظار کرنا ہوگا“ وہ بڑبڑایا۔

”ذرا آرام سے میرے دوست“ گائیڈو نے کہا ”پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ کل کیا کرتا ہے۔“

خرم چٹان سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا پھر اس نے گائیڈو کو تفصیل سے ہدایات دیں۔ آخر میں اس نے کہا ”دیکھو گائیڈو، یہ حصہ اہم ترین ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ تم نایلم سے رابطہ کیسے کر گے۔ رقبہ دینے کا خطرہ تو مول لیا نہیں جاسکتا لیکن تمہیں کسی طرح اسے یہ بتانا ہے کہ ہم اسے محل سے ٹکانے کی کوشش کر رہے ہیں اور اسے محل کے اس طرف نظر رکھنا ہوگی اور جیسے ہی میری طرف سے پیغام ملے، کیسے بھی ہو، اسے بغیر کسی

جھجک کے اس کے مطابق کل کرنا ہوگا۔“

”یہ میں اسے گا کرتا دوں گا۔“ گائیڈو نے پر مزاح لہجے میں کہا۔  
 ”یہی سب سے اچھی صورت ہے۔“ خرم نے تیزی سے کہا ”اور خدا کے لئے اگلیں بڑی زبان میں گانا اٹالوئی میں نہیں۔“

”تم نے مجھے دکھ دیا پہنچایا ہے دوست“ گائیڈو نے زخمی لہجے میں کہا ”اطالوئی زبان محبت کرنے والوں کی زبان ہے۔ مجھے جوشای تحفہ ملا ہے، اب تو وہ ابھی اطالوئی کچھ کچھ سمجھنے لگا ہے اور ہاں، ایک بات اور۔ جائزون نے مجھے تمہارے لئے پیغام دیا تھا۔ وہ صبح یہاں آئے گا اور تم سے ملاقات کرے گا۔“

”حیرت ہے۔ وہ کیا چاہتا ہے مجھ سے؟“

خرم نے ایک بار پھر دور بین آنکھوں سے لگا کر پائیں باغ کا جائزہ لیا۔ دیوار کی بلندی دس سے بارہ فٹ تک تھی اور نیچے جنگل کے درختوں تک دیوار کے اوپر سے پچاس فٹ کے قریب فاصلہ ہوگا۔ اسے طے کرنے کے لئے رسی اور آکٹرا ضروری تھا۔ اندر داخل ہونے کی نسبت باہر ٹکنا آسان تھا۔ اندر ایک برا درخت تھا، جس کی شاخیں موٹی تھیں اور اتنی جتنی تھیں کہ باغ کی سطح تک پہنچ سکتی تھیں۔

اچانک خرم کو باغ میں رنگوں کا جھماکا سا نظر آیا۔ ایک لمحے بعد رنگ نمایاں ہوئے۔ وہ بھڑکیلے لباس پہنے دو وجود تھے۔ وہ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے فوارے کی طرف آرہے تھے۔ خرم نے دور بین گائیڈو کی طرف بڑھاتے ہوئے تیز لہجے میں کہا ”انہیں دیکھو گائیڈو اور بتاؤ کہ یہ مرد ہیں یا عورتیں۔ اتنے فاصلے سے سب ایک جیسے لگتے ہیں کیوں کہ خدام بھی عورتوں کے رنگا رنگ اور بھڑکیلے لباس پہنتے ہیں۔“

”میں مرد اور عورت کے معاملے میں کبھی دھوکا نہیں کھا سکتا۔“ گائیڈو نے بڑے یقین سے کہا۔ اس کے لہجے میں شوفی بھی تھی۔ اس نے دور بین آنکھوں سے لگائی ”یہ عورتیں ہیں۔ دو اور آ رہی ہیں لیکن نایلم نہیں ہے ان میں۔“

”تو ہمارا خیال درست ہے“ خرم نے سسنی آمیز لہجے میں کہا ”یہ زبان خانے

کا پائیں باغ ہے۔ اب ہمیں یہ پتا تو چل گیا کہ کیسے یہاں ہوگی۔“

وہ دیر تک باری باری دو تین سے پائیں باغ کو کھنگالتے رہے۔ عورتیں آتی جاتی رہیں لیکن انہیں ایک بار بھی ٹیلم نظر نہیں آئی۔ کافی دیر ہو گئی تو دیکھ پ کی طرف واپس چل دئے۔

اس رات کھانے کے بعد میرنہا آگیا۔ مائیکل نے معنی خیز نگاہوں سے خرم کو دیکھا اور اپنا پانچ بھرتا ہوا ہٹ سے چلا گیا۔ دونوں لڑکیاں بیڈ پر بیٹھی مختص نگاہوں سے خرم اور میرنہا کو دیکھتی رہیں۔

میرنہا نے جواہرات میز پر لیپ کی روشنی میں نکھیر دئے۔

خرم نے الٹ پلٹ کر پتھروں کو دیکھا۔ پتھر بے حد خوب صورت تھے۔ لیکن خرم نے اپنے انداز سے دیکھی ظاہر نہ ہونے دی۔ اس نے بے پروائی سے پوچھا ”ان کی کیا قیمت ہوگی؟“

میرنہا نے دانت لگاتے ہوئے کہا ”تین سو گیلن مناسب رہے گی۔۔۔۔۔ یعنی تیس ڈرم۔“

”تین سو“ خرم نے قہقہہ لگاتے ہوئے پتھروں کو اس کی طرف دھکیل دیا ”تم مجھے بے وقوف سمجھتے ہو؟“

”چلے میں ڈرم سکی۔“

”پندرہ پر بن سکتی ہے بات۔ میں نے کہا۔۔۔۔۔ بن سکتی ہے“ خرم نے تسبیہ انداز میں انگلی اٹھاتے ہوئے کہا ”اس لئے کہ اس کام میں خطرہ ہے۔ روہن کو پتا چل گیا تو ہم دونوں ہی مارے جائیں گے۔ میرا روزگار جاتا رہے گا اور تم منافع اور فیول دونوں سے محروم ہو جاؤ گے۔ دس گیلن کا ایک ڈرم ہے۔ اس طرح لے جا سکو گے کہ کسی کو پتا بھی نہ چلے؟ جب کہ روہن خود جہاز پر موجود ہوگا۔“

”میں رات کے وقت لے جا سکتا ہوں۔“

”ناممکن۔ ڈرلنگ شروع ہو گئی تو کون جانے، رات کو کتنی دیر تک ہوا کرے

گا۔ ایک یہ صورت ہے اس کی۔ اپنی بوٹ کو بندرگاہ سے ہٹاؤ اور کسی کھاڑی میں رکھو۔ پھر رات کو کسی وقت آؤ اور ایک دو ڈرم لے جاؤ اور یہ بھی ہر روز ممکن نہیں۔ ڈرلنگ شروع ہونے کے بعد ہماری موٹر میں دن رات چلا کریں گی۔ میں نہیں چاہتا کہ لیول کے ڈرم کم ہوتے محسوس ہوں۔“

میرنہا خوش نہیں ہوا۔ ”ان جواہرات کے بدلے صرف پندرہ ڈرم۔۔۔۔۔؟“ ”تم بھی جانتے ہو اور میں بھی کہ اس میں کم منافع نہیں ہوگا تمہیں۔“ خرم نے مسکراتے ہوئے کہا ”اس میں آدھے تو بے کار ہیں۔ باقی آدھے بیچتے میں مجھے کچھ زیادہ نہیں ملے گا۔ چور بازار میں۔“

اچانک ریل گاڑی جیسی آواز سنائی دی اور ان کے قدموں تلے زمین لرزنے لگی۔ لڑکیاں چلائیں۔ لیپ بھولتا رہا اور گرتے کرتے بچا۔ پھر آواز بھی معدوم ہو گئی اور زمین بھی ٹھہر گئی۔ انہوں نے ایک دوسرے کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

”زلزلہ تھا“ میرنہا نے کہا ”کبھی کبھی آجاتے ہیں۔ یہ علاقے زلزلے کی پٹی میں ہے“ اس نے ہونٹوں پر زبان بھیری اور کچھ توقف کے بعد کہا ”کبھی تو مجھے ایسا لگتا ہے کہ آتش فشاں جاگے گا اور ہم سب کو جہنم میں پہنچا دے گا۔“

”بہت رجائیت ہے تمہاری اس سوچ میں“ خرم نے طنز کیا۔ پھر وہ دروازے تک گیا۔ باہر تاریکی تھی ”مائیکل، تم خیریت سے ہو؟“ اس نے پکارا۔

”میں خیریت سے ہوں اور میرے خیال میں فریم ورک کو کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچا ہے۔“ میچ اچھی طرح چیک کریں گے۔“ مائیکل نے جواب دیا۔

واقعی۔۔۔۔۔ اچھا انتہیر ہے۔ خرم نے تنگی سے سوچا۔ انجنوں کے بارے میں ایسے سوچتا ہے، جیسے وہ اس کی اولاد ہوں۔ وہ پلٹ کر نیچے گرے ہوئے قیمتی پتھر سینے لگا۔

”کل۔۔۔۔۔“ میرنہا نے بے تابی سے کہا ”میں کل اپنی بوٹ کو کسی کھاڑی میں لے جاؤں گا۔ پھر ہم بزنس شروع کر دیں گے۔“

”ٹھیک ہے۔ لیکن یاد رکھنا، میں اس سلسلے میں بہت تیز نہیں بھاگوں گا۔ تھوڑا تھوڑا کر کے دوں گا فیول۔“

”اور اگر تیل نکل آیا تو صورت حال اور بہتر ہو سکتی ہے۔“ میرنہا پر امید لہجے میں کہا۔

”ہاں..... ایسا ہو گیا تو میں تمہیں تیل میں نہلا دوں گا“ خرم نے خوش دلی سے کہا۔



اگلا دن بے حد طویل تھا۔ خرم تندی سے کام میں مصروف رہا۔ اس نے نیلم کے بارے میں سوچنے سے گریز کیا لیکن ہر لمحے وہ یہ سوچتا رہا کہ گاؤں ڈول میں کیا کر رہا ہو گا۔

دوپہر میں اس نے کافی کے ساتھ صرف پاپے کھائے اور صرف بیس منٹ کے بعد واپس کام پر آ گیا۔

تین بجے کے قریب جانزدون اس سے ملنے آیا۔ خرم اسے سنسان گوشے میں لے گیا اور درخت کے لٹھے کی طرف اشارہ کیا

”بیٹھو۔ لو سگریٹ پیو۔“ جانزدون کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور وہ پسینے میں نہایا ہوا تھا ”میں نے وعدے کے مطابق بہت سوچا ہے نواز اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ہم مل کر ساتھ چل سکتے ہیں۔“

”آخر کیا ہے تمہاری؟“

”ہم پائٹرشپ میں کام کریں گے اور روبن کو راستے سے ہٹا دیں گے۔ اس کی موت کے بعد فٹنی فٹنی۔ یہ تمہارا ہی آئیڈیا تھا۔ یاد ہے؟“

خرم ہنسنے لگا..... ہنستا چلا گیا۔ جانزدون نے غصے اور الجھن سے اسے دیکھا ”مگر اس میں کوئی مذاق کا پہلو نکلتا ہے تو مجھے بھی بتاؤ۔ مجھے بھی ہنسا آتا ہے“ اس کے لہجے میں برہمی تھی۔

”ہاں جانزدون، تم لطیف بن گئے ہو۔“

”دیکھیے؟“

”یہی نیچو میرے سامنے روبن نے بھی رکھی ہے کہ میں اور وہ مل کر تمہیں راستے سے ہٹا دیں۔“

جانزدون کے چہرہ ست گیا اور لگا ہوں سے خوف جھٹکنے لگا۔ وہ ایک جہاز کا کمپن تھا۔ جان دار تھا لیکن اندر سے وہ بزدل آدمی تھا۔ اس نے لرزیدہ آواز سے پوچھا ”سچ کہہ رہے ہو تم؟“

”ہاں۔ اس نے کہا ہے کہ میں تمہیں قتل کر دوں“ خرم نے سرد لہجے میں کہا ”تمہاری موت کے بعد تمہارا حصہ مجھے مل جائے گا۔“

”لیکن تم اس پر اعتبار نہیں کر سکتے۔ تم جانتے ہو کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ وہ بیک وقت ہم دونوں سے چھکارا پالے گا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو ختم کر دیں گے۔ آخر میں سب کچھ اس کا۔“

”میں یہ بھی جانتا ہوں“ خرم نے تلخ لہجے میں کہا ”لیکن مجھے اپنا خیال رکھنا خوب آتا ہے میرے لئے تو یہ شروع ہی سے زندگی اور موت کا کھیل ہے۔ اسی لئے میں تم دونوں میں سے کسی کا ساتھ نہیں دے رہا ہوں۔ میں آزاد ہی بھلا۔“ خرم کے ہونٹ بھیجھکے گئے اور آنکھوں میں خنجر جھٹکنے لگی ”دونوں پہلے میں تمہیں دوست بنا سکتا تھا لیکن اب یہ ممکن نہیں۔ تم جانتے تھے کہ وہ نیلم کے ساتھ کیا کرنے والا ہے۔ لیکن تم نے مجھے نہیں بتایا۔ تم نے اس ظلم کے خلاف کوئی آواز بلند نہیں کی۔ اب لطیف یہ ہے کہ تمہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ تم پر کوئی کون چلائے گا۔ میں یا روبن۔ اب تم فوراً میرے کپ کی حدود سے نکل جاؤ۔ ہم بہت مصروف ہیں۔“



گاؤں اور سورج ڈھلے واپس آیا اور محل کے ایڈوچر کے متعلق بتایا۔ ”میں نے کہا کہ مجھے محل میں موٹر اور جریٹر کی تنصیب کے لئے مناسب جگہ تلاش کرنا ہے۔ پھر میں

نے ہال میں وارننگ کی۔ اس دوران میں بلند آواز میں گاتا رہا۔ پہلے تو عورتیں مجھے پاگل سمجھیں۔ پھر ہنسنے لگیں۔ میں نے فوراً ایک گیت بنایا..... ایک مشہور دھن پر۔ وہ گیت "ایک لڑکی کے لئے تھا، جو ہرات اندھیرا ہونے کے بعد پائیں باغ میں جاتی ہے اور سامنے والی پہاڑ کی طرف دیکھتی ہے کہ اس کا محبوب آئے گا اور نارنج سے اسے اشارہ دے گا، بس۔ پھر میں نے کہا کہ ایک روز..... کسی بھی دن اسے ایک پیغام ملے گا اور اس رات نارنج تین بار روشنی ہوگی۔ یہ اس بات کا اشارہ ہوگا کہ اسی رات ایک کھٹے بعد اس کا محبوب اسے لے جانے کے لئے آئے گا۔ اسے قریبی درخت پر چڑھنے کے لئے تیار رہنا ہوگا۔ دیوار پر اسے اپنے محبوب سے ملنا ہوگا۔

"میں نے یہ گیت بار بار گایا اور اتنے زور سے گایا کہ میری آواز یقیناً ہمارے جہاز تک گئی ہوگی۔"

"کاش ایسا نہ ہوا ہو،" خرم نے کہا "خیر..... پھر کیا ہوا۔ کوئی جواب ملا؟" "مجھے نہیں معلوم کہ تم اسے کیا کہو گے" گائیڈ نے مسکراتے ہوئے کہا "لیکن جیسے ہی میں خاموش ہوا، پردوں کے پیچھے سے ہنسنے والے ہاتھوں نے آوازیں آنے لگیں۔ کچھ دیر بعد ایک بچی سرخ پھول ہاتھ میں لے میرے پاس آئی اور بولی۔ یہ اس شخص کے لئے ہے۔ بچی کو خود بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے میں نے تار جوڑے، لائٹس آن کیں اور ان لوگوں کو بتایا کہ جزیئر کیسے کام کرتا ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ ان کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا۔ پھر انہوں نے میرے لئے ڈولی منگوا دی۔ مگر میں نے ڈولی واپس بجھا دی اور پیل کی یہاں چلا آیا۔ لہذا کیا خیال ہے؟"

"زبردست۔ بہت دن بعد میں نے کوئی اچھی خبر سنی ہے۔ مائیکل، اس شخص کو جام بنا کر دو۔ میں بہت خوش ہوں۔"

"ایک بات اور،" گائیڈ نے کہا۔ اس کی آنکھوں میں شرارت چمک رہی تھی۔ "یہ ثابت کرنے کے لئے کہ یہ سب سچ ہے....." اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور مسلا، مریجھا ہوا ایک سرخ پھول نکال اور خرم کی طرف بڑھادیا "میرا خیال ہے،

یہ تمہارے لئے تھا۔ میری آواز ابھی خوبصورت نہیں..... خاص طور پر انگریزی میں گاتے ہوئے۔"

"شکریہ دوست" خرم کی آواز فرط جذبات سے لرز رہی تھی۔ "اچھا، اب کام کی باتیں ہو جائیں۔"

"وہ تینوں میز کے گرد سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ خرم نے انہیں تفصیل سے بتایا کہ جس دن کنواں مکمل ہوگا، اس دن کیا ہوگا..... اور کیسے ہوگا۔



تین دن بعد وارننگ شروع ہو گئی۔

روبن اس موقع پر باقاعدہ تقریب کرنا چاہتا تھا۔ سلطان اور اس کے درباریوں کی دعوت کرنا چاہتا تھا۔ وہ چیزیں ڈرامے کا عادی تھی۔ اس کی خواہش تھی کہ ٹھیکس کی بوتلیں کھولیں، جھاگ اڑیں اور موٹریں آن کی جائیں اور شیشیں مٹی نکالنا شروع کر دیں۔

لیکن خرم نے اس آئیڈیے کو تختی سے مسٹر کر دیا۔

روبن نے تیز دنگا ہوں سے اسے دیکھا۔ پھر کندھے جھٹک دئے۔ "تمہاری مرضی۔ تم باس ہو یہاں لیکن جی میری سمجھ میں نہیں آئی۔ کیا بات ہے۔ تم فخر مند ہو کچھ؟" "بالکل ہوں" خرم نے کہا۔ وہ روبن کو سکون کا ایک لمحہ بھی نہیں دینا چاہتا تھا۔ وہ ہر لمحے اسے پریشانی اور تشویش میں مبتلا رکھنا چاہتا تھا۔ "کسی بھی وقت کوئی بھی زلزلہ پورے کنویں کو الٹ پلٹ کر رکھ دے گا اور ہمیں پھر کھدائی کرنا پڑے گی۔ زلزلہ شدید ہوا تو ہمارا سامان بھی کنویں میں دب سکتا ہے۔"

"روبن منہ بنا کر پلٹ گیا۔ خرم مسکرا دیا۔ اب روبن کو پتہ چل گیا کہ وہاں بھی پسینہ آتا رہے گا۔ اس کام میں کامیابی کی کوئی ضمانت نہیں تھی۔ جب کہ وہ بھاری سرمایہ کاری کر چکا تھا۔ بدعاشی میں یہی کچھ ہوتا ہے۔ بھاری..... بہت بھاری منافع کا امکان ہوتا ہے لیکن بے یقینی کی صورت حال آدمی کو السر تک بھی پہنچا دیتی ہے۔ خرم یہ

بات خوب جانتا تھا۔ وہ خود بھی اس کھیل میں شامل تھا۔

سو کام شروع ہو گیا۔ اس موقع پر خرم، مائیکل، گائیڈو، روبن، لڑکیوں اور مزدوروں کے سوا کوئی نہیں تھا۔ مٹین اوپر کی نرم مٹی نکال کر باہر پھینک رہی تھی۔ کچھ دیر وہ یہ تماشا دیکھتے رہے۔ پھر خرم انہیں ہٹ میں لے گیا۔ اس نے سب کے لئے گلاسوں میں مشروب انڈیلے اور پھر سرد دلچے میں کہا ”اب یہ انتظار کا کھیل ہے۔ تم ٹشوئیش میں جتلا رہو گے لیکن مجھ سے کم اور میں نہیں چاہتا کہ مجھ پر اس کام کے سوا کسی بھی طرح کا کوئی بوجھ ڈالا جائے۔ مائیکل جیسے تیسرے دن آکر موزیس چیک کرے گا۔ گائیڈو صبح شام ریڈیو پر مجھ سے بات کرے گا۔ اگر مجھے شب پرے کسی چیز کی ضرورت ہوئی تو اسے جلد از جلد بھجوانا تمہاری ذمہ داری ہوگی۔ اس کے علاوہ مجھے تنہا چھوڑ دو۔“

”ٹھیک ہے۔ لیکن تمہیں یہاں طویل عرصے تک رہنا ہوگا۔“

”کیا تم رات بھی کام کرو گے؟“ جازون نے پوچھا۔

”میں تو نہیں، لیکن پلانٹ کام کرتا رہے گا۔ تم رات کو جہاز سے یہاں کی روشنیاں دیکھنا اور سوچنا کہ تم لاکھوں کمانے والے ہو۔“

”یہ مت بھولو کہ تمہیں بھی لاکھوں ملیں گے“ روبن نے سرد دلچے میں کہا۔

”میں کیسے بھول سکتا ہوں۔ میں تو ہر وقت ان کے تصور میں کھویا رہتا ہوں“ خرم نے نرم لہجے میں کہا۔



رات ہوئی تو وہ پہاڑ کی طرف چل دیا، جہاں سے اس نے اور گائیڈو نے محل کے پائیں باغ کا جائزہ لیا تھا۔ اس کے گلے میں دو تیریں لٹک رہی تھیں۔ جیب میں نارچ موجود تھی۔ وہ تیز قدموں سے چل رہا تھا۔ وہ وقت کا اندازہ لگانا چاہتا تھا۔

جائزہ لینے والے مقام تک پہنچنے میں اسے 23 منٹ لگے۔

وہ دو بڑے پتھروں کی اوٹ میں لیٹ کر دو تیریں کی مدد سے پائیں باغ کا جائزہ لیتا رہا۔ محل میں روشنی تھی لیکن پائیں باغ اور اس سے متصل ایوان

میں تاریکی تھی۔

اس نے جیب سے نارچ نکالی اور اس کا رخ پائیں باغ کی طرف کر کے اسے روشن کر دیا۔ ٹھیک ایک سیکنڈ بعد اس نے نارچ بجھا دی۔ پھر وہ دھڑکتے دل سے رد عمل کا انتظار کرتا رہا۔ کچھ دیر بعد پائیں باغ میں ایک جھنوسا چمکا اور فوراً ہی بجھ گیا، جیسے کوئی خواب رہا ہو لیکن بہر حال اسے جواب مل گیا تھا۔ ٹیلم کو پیغام مل گیا تھا۔ اس نے جواب بھی دیا تھا۔ گائیڈو کی دی ہوئی نارچ کے ذریعے اب وہ آخری پیغام کا انتظار کرے گی۔

اس نے دو تیریں آنکھوں میں لٹائی اور محل کی دیوار اور اپنے درمیان کی مرسبز ڈھلان کا جائزہ لیا۔ فاصلہ ڈیڑھ میل کے لگ بھگ ہوگا۔ لیکن وہاں تک راستہ کوئی نہیں تھا۔ درمیان میں گھٹا جنگل اور بے شمار بیلئیں تھیں۔ وہ اس میں یقیناً چھپ جاتا۔ اسے سمت کی درستی تاپنے کے لئے صرف زمین کے اتار چڑھاؤ سے مدد مل سکتی تھی۔ اس کے لئے پریکٹس کی ضرورت تھی۔ اسے یہ فاصلہ بار بار طے کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے لئے راستہ سا بن جاتا۔ پھر وقت بھی سنسنے لگتا فاصلہ طے کرنے کا۔

وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے اپنے ذہن میں راستے تعین کرنے کی کوشش کی۔ پھر وہ چل دیا۔ ایک منٹ بعد جیسے جنگل نے اسے نگل لیا۔

اسے وہ تکلیف دہ مسافت طے کرنے میں 80 منٹ لگے اور اس کا جسم پسینے میں شرابور ہو گیا۔ پھر اسے احساس ہوا کہ وہ اپنے ہدف سے سو فٹ ہٹ کر دیوار کی طرف آیا ہے اوپر پہرے دار تھا، جو اپنی بندوق سے اسے یہ آسانی نشانہ بنا سکتا ہے وہ جلدی سے دوبارہ جھاڑیوں میں گھس گیا۔ پندرہ منٹ بعد وہ اس گھنے درخت کی طرف نکلا، جسے اس نے منتخب کیا تھا۔

وہ کچھ دیر کھڑا اس گمن لیتا رہا۔ صورت حال دور سے جتنی اچھی نظر آرہی تھی، قریب سے دیکھنے پر اس سے بہتر محسوس ہوئی۔ اندر کی طرف فاصلہ دس فٹ سے زیادہ نہیں تھا۔ درخت کی شاخیں اتنی نیچی تھیں کہ آدمی آسانی سے ان کی مدد سے اوپر بڑھ

سکتا تھا۔

وہ اپنے اندر ابھرنے والی، اسی وقت کچھ کرگزنے کی خواہش سے لڑتا رہا۔  
نیم کتنا قریب تھی لیکن وہ اس تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

اس نے گھڑی میں وقت دیکھا اور پلٹ کر پھر جنگل میں گھس گیا۔ اب واپسی کا مرحلہ درپیش تھا۔

وہ کمپ واپس پہنچا تو ساشا اسے ہٹ کے باہر بیٹھی ملی۔ اس کی نگاہوں میں خوف تھا۔ خرم کو احساس ہوا کہ وہ چار گھنٹہ کمپ سے دور رہا ہے۔ اس نے کپڑے بدلے اور بستر پر لیٹ گیا۔ ساشا مائیکل کے بستر پر لیٹ گئی۔

رات دوبار زلزلے کے ہلکے سے جھٹکے آئے۔ صبح اس نے دیکھا، کنویں کا ڈھانچہ سلامت تھا۔ کھدائی پہلی چٹائی تہہ تک پہنچ چکی تھی۔ اگلے چند روز میں خرم کے معمولات طے ہو گئے۔ وہ صبح سویرے اٹھتا، ندی میں نہاتا، پھر ہٹ میں واپس آتا، جہاں ساشا اسے ناشتا دیتی۔ پھر گائیڈو سے ریڈیو پر بات ہوتی۔ دونوں بہت احتیاط سے کام لیتے تھے۔

گڑھا گہرا ہوتا گیا۔ ساتھ کے ساتھ کیسٹک بھی ہوتی رہی۔ یہ کیسٹک ایک طرح سے لکڑی کی شترنگ ہوتی ہے۔ خرم اندر سے نکلنے والی مٹی کے نمونے چیک کرتا رہا۔

رات کو وہ پہاڑ پر جاتا اور نلیم کو سگنل دیتا۔ جوابی سگنل بھی اسے ہر بار ملتا۔ پھر وہ وقت کا حساب رکھتے ہوئے جنگل میں گھس کر پائیس باغ کی دیوار اور اپنے مطلوبہ درخت تک جاتا اور واپس آتا۔ چھ بار کی مشق کے بعد یہ طے ہو گیا کہ اسے جانے اور آنے میں ڈھائی گھنٹے لگتے ہیں۔

رات کو جب کبھی میرنہا فیول لینے آتا تو خرم اس کے ساتھ کھاڑی تک جاتا اور ایک گھنٹہ چھپکلی کا شکار کھیلتا۔ اس نے میرنہا کو دھکی کر مزید بوتلیں دی تھیں۔ سواب اس کے لئے جھانڑیوں میں چھپی ایک چھوٹی نشی ہر وقت موجود رہتی تھی۔

مائیکل ہر تیسرے دن آتا۔ تمام موٹروں کی ٹینک کرتا اور ایکسٹرنل سرکٹ چیک کرتا۔ اس نے ایک نیا دوست بنالیا تھا۔ وہ ایک نوجوان ڈیک آفیسر تھا، جس کا نام آرڈور تھا۔ فیصلہ کن جنگ میں انہیں اس کی ضرورت پڑتی۔ باقی شپ پر سرگرمیاں معمول کے مطابق تھیں۔ وہ ربن زیادہ وقت اپنے کمپن میں گزارتا۔ وہ یا تو مطالعہ کرتا یا خرم کی رپورٹوں کا جائزہ لیتا۔ لڑکیاں تفریح سے زیادہ بوجھ محسوس ہونے لگی تھیں۔

مائیکل کا یہ شیک رپورٹاؤں کو خرم مسکرایا۔ وہ جانتا تھا کہ اس اعصاب شکن اختصار میں ربن کو بار بار غصہ آتا ہوگا۔ خرم کا بس چلنا اور کوئی سوچ ہوتا غصے کا تو اس کے غصے کو اتہا کو پہنچاتا تھا..... اس مقام تک جہاں وہ غصہ خود رو بن کو چاٹ جاتا۔

لیکن، ایک خوف سبکی کو لاحق تھا۔ اس سے ہر شخص پریشان تھا..... اور وہ تھا آتش فشاں کا خوف۔ ان کی آمد کے بعد سے آتش فشاں کی گڑگڑاہٹ میں واضح طور پر اضافہ ہوا تھا۔ ایک سے زائد بار خرم کوئی خوف ناک خواب دیکھ کر جاگا، جس میں آتش فشاں پھٹ پڑا تھا اور پھٹنے والی موت کا رنگ سارو پر برسنے لگی تھی۔ محل میں کہرام برپا تھا اس کے باوجود نلیم کی پکار بے حد واضح تھی۔ وہ اسے مدد کے لئے بلارہی تھی۔ اور خرم کو تادیبہ ہاتھوں نے جکڑ رکھا تھا۔

بالآخر ایک شام کو خرم کے سامنے مٹی کا تازہ ترین نمونہ پیش کیا گیا۔ یہ مٹی سیاہ اور مسام دار تھی۔ خرم نے اسے ٹولا تو اس کی انگلیوں میں سیاہ سادھہ رہ گیا۔ خرم دیر تک اسے دیکھتا رہا۔ اس کے ہونٹ بے آواز بل رہے تھے۔ دل کو یا حلق میں دھڑک رہا تھا۔ وہ جانتا تھا یہ کیا ہے۔ وہ یہ چیز پہلے بھی بار بار دیکھ چکا تھا اور اس کا مطلب سمجھتا تھا۔

ڈرلر نے ایک مسام دار چٹائی تہہ کو توڑا تھا۔ عام طور پر تیل کے ذخیرے کے اوپر ایسی تہہ ہوتی ہے کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ یہی آئل بیڈ ہوتا ہے۔

اب سطح کو پوری طرح توڑنا تھا۔ اس کے لئے کیسٹک کو بہت نیچے تک اتارنا تھا۔ اس کے ساتھ آئسٹل جیکٹ والی گولیاں بھی ہوتیں۔ انہیں برقی رابطے کے ذریعے



فاز کیا جاتا تو اوپر خول ٹوٹا اور تیل ابلتا، اچھلتا ہوا نکلتا..... فوارے کی صورت میں۔

مردے درست ثابت ہوئے تھے۔ روبن کا کھیلا ہوا داؤ کامیاب رہا تھا۔ کارنگ سارو میں تیل تھا۔

اگلے روز کنویں کو مکمل ہو جانا تھا۔ تیل کا کنواں!

اس شام سورج غروب ہونے کے بعد بھی خرم اپنے غلے سے اسی طرح کام لیتا رہا، جیسے کوئی دیوانہ کوچ بان گھوڑوں کو چاک مار مار کر تھکن کے باوجود دوڑاتا ہے۔ اسٹیل کی گولیاں فائر کرنے کے لئے کیٹنگ میں فٹ کردی گئیں۔ فیوز تیار کر دئے گئے۔ کیٹنگ کو دھیرے دھیرے نیچے اتارا گیا۔ پھر خرم نے اپنی ہٹ تک تار پھجوائے اور کنکینٹ باکس بھی ہٹ میں اپنے بیڈ کے نیچے رکھوا لیا۔

اس کے بعد اس نے مزدوروں کو چٹھی دے دی اور خود دیر تک کھڑا آسمان کو دیکھتا رہا۔ کل!

اس رات اس نے ریڈیو آن کیا، کانوں پر ہیڈ فون لگائے۔ چند لمحے بعد گائیڈو کا سنگٹل موصول ہوا۔ اس نے کیکپاتی انگلیوں سے حروف کی چابیاں دبائیں۔ کل وقت آگیا ہے۔ مائیکل کو خبردار کر دو۔ تم شام سے پہلے ہی آجانا۔ کسی سے کچھ بھی نہ کہنا۔ بس اتنا ہی کافی ہے۔

”میں سمجھ گیا، گائیڈو کا جواب موصول ہوا۔

خرم جانتا تھا کہ اب وہ گائیڈو پر پوری طرح انحصار کر سکتا ہے۔

وہ میز کے سامنے بیٹھا۔ اس نے ٹائپ مشین پر کاغذ چڑھایا اور بڑی دیدہ ریزی سے لیٹر ٹائپ کرنے لگا۔ اسے دو طویل اور ایک مختصر دستاویز تیار کرنا تھی۔

کام مکمل کرنے کے بعد اس نے ٹائپ شدہ دستاویزات کو بڑی نفاست سے نوکر کے اپنے کتے کے نیچے رکھ لیا۔ پھر اس نے ریو اور نکالا اور اسے تیل دینے کے بعد اس کے میکینزم کو چیک کیا۔ ریو اور بہترین کنڈیشن میں تھا۔ اس نے ریو اور کو لوڈ کر کے اس کا سیٹھی کیچ آن کیا اور اسے بھی دستاویزات کے ساتھ کتے کے نیچے رکھ لیا۔

کل!

وہ بری طرح تھک گیا تھا۔ اس کے دماغ میں بھن بھن سی ہو رہی تھی۔ ہاتھ لرز رہے تھے اور جسم تھکن سے چور تھا۔ وہ تمہارے کی غرض سے ندی کی طرف چل دیا۔ ساشا اس کے پیچھے آ رہی تھی۔

وہ تمہارے کلکا تو ساشا نے تو لے سے اس کا جسم پونچھا۔ وہ یوں چل رہا تھا، جیسے سوتے میں چل رہا ہو۔

ہٹ میں پہنچ کر خرم نے بڑے محتاط انداز میں، بڑی وضاحت سے ساشا کو بتایا کہ اگلے روز اسے کیا کرنا ہے۔ ”تمہیں کل محل جانا ہے۔ زنان خانے میں جانا اور عورتوں کو ”صاحب لوگوں“ کے ساتھ گزرنے والی زندگی کی دلچسپ کہانیاں سنانا۔ پھر بچوں کے سے انداز میں ٹیلم سے کہا..... آج رات..... روشنیوں کے ثمن اشارے، انتظار..... عمل کی رات پھر سہ پہر سے پہلے واپس آ جانا اور مجھے بتانا کہ ٹیلم تک پیغام پہنچ گیا ہے یا نہیں۔“ سمجھ گئیں؟“

ساشا نے سر کو تھپی جھنک دی۔ اس کے باوجود خرم بار بار اسے وہ پیغامات یاد کرتا رہا اور اسے دہرانے پر مجبور کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اسے اطمینان ہو گیا کہ ساشا کو پیغام لفظ بہ لفظ یاد ہو گیا ہے۔ وہ بستر پر لیٹتے ہی سو گیا۔

اگلی صبح وہ میر تمہا کو اپنی ہٹ میں لایا اور اسے بتایا کہ وہ اس سے کیا چاہتا ہے۔ میر تمہا کی آنکھیں پھٹ گئیں اور منہ ایسے کھلا کہ کٹلے کا کھلا رہ گیا۔

”اور اگر تم غروب آفتاب تک یہاں نہ پہنچتے تو میں گائیڈو کو ریو اور دے کر تمہارے پیچھے دوڑا دوں گا۔ سمجھ گئے؟“

”سمجھ تو گیا لیکن آپ اتنے یقین سے کیسے.....؟“

”مجھ سے زیادہ یقین کسے ہوگا۔“ خرم نے سخت لہجے میں کہا۔ ”اب تم جاؤ اور غروب آفتاب تک واپس آ جانا۔ میں تمہارے ذریعے شیپ پر ایک پیغام بھجوانا چاہتا ہوں.....“

چار بجے کے قریب سا شاوا پس آئی۔ وہ زنان خانے میں گئی تھی۔ سلطان کی عورتوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا تھا اور اس کے گرد جمع ہو کر کپکپ کہانیاں سن رہی تھیں۔ اس نے نلیم کے سامنے بچوں کے سے انداز میں پیغام دہرایا تھا۔ دوسری تمام عورتیں اس کی بچوں کی فتالی پر ہنس دی تھیں۔ حالانکہ ان کی سمجھ میں ایک لفظ بھی نہیں آیا تھا۔

نلیم نے اسے خوشبو میں بسا ایک رومال دیا تھا۔ رومال کے کنارے پر سرخ لپ اسٹک سے پیغام لکھا تھا، خرم، جلدی آنے کی کوشش کرنا، زیادہ سے زیادہ غروب آفتاب کے دو گھنٹے بعد تک آ جانا۔

خرم یہ پڑھ کر مسکرایا۔ غروب آفتاب کے دو گھنٹے بعد تو نلیم یہاں پہنچ چکی ہوگی۔ اور وہ روہن اندر جازنون کا انتظار کر رہے ہوں گے۔ شیڈول میں کسی گڑبڑ کا احتمال نہیں تھا۔ بس روہن اور جازنون کا وقت پر پہنچنا یا باضابطہ تھا۔

پانچ بجے تک اس نے مزدوروں کی چھٹی کر دی۔ دس منٹ بعد سائٹ سٹمان ہو گئی۔ ساڑھے پانچ بجے میرنہا آیا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ اور وہ بہت ناخوش دکھائی دے رہا تھا۔

خرم نے بیٹھ کر روہن کے نام ایک مختصر رقعہ لکھا۔

آج ڈرائنگ سائٹ پر اہم میٹنگ ہے۔ جازنون کو لے کر فوراً پہنچو خوش خبری منتظر ہے۔

رقعہ تہہ کر کے اس نے میرنہا کو دے دیا ”تم یہاں سے گاؤڈو کی گھڑی دیکھ کر ٹھیک چھ بجے چلو گے۔“ اس نے ہدایت دی۔ ”عام رفتار سے چلو تو سات بجے سے پہلے جہاز پر پہنچ جاؤ گے۔ تیز نہ چلنا۔ جلدی نہ کرنا۔“ ٹائمنگ میں ذرا سی گڑبڑ بھی ہوئی تو سب کے سب مارے جائیں گے۔ سمجھ گئے؟“

چھ بیٹے میں میں منٹ پر خرم خود پہاڑ کی طرف چل دیا۔ اس کی جیب میں نارج بھی تھی اور ریوا اور بھی۔ دو تین گھلے میں بھول رہی تھی۔ کندھے پر کوہ پیادوں کی

طرح اس نے مضبوط رسی کا پچھا اٹکا یا ہوا تھا، جس کے ایک سرے پر ہک لگا تھا۔ مائیکل نے وہ ہک خاص طور پر اس کے لئے بنایا تھا اور ہک پر بربر کی ٹیوب چڑھا دی تھی تاکہ آواز پیدا نہ کرے۔

وہ آیزرویشن پوسٹ پر پہنچا تو اندھیرا ہو چکا تھا۔ آتش فشاں کی چوٹی دھندلی محسوس ہو رہی تھی۔ وٹر لے کا ہلکا سا جھٹکا آیا۔ ارد گرد کی پہاڑیاں لرزتی محسوس ہوئیں اور پھر سناٹا چھا گیا۔ آتش فشاں کی چوٹی نے آگ سی اگلی..... اور پھر صرف دھواں رہ گیا۔

وہ دونوں چٹانوں کے درمیان کھڑا ہو گیا۔ اس کے ایک ہاتھ میں دور بین اور دوسرے میں نارج تھی۔ بہت احتیاط سے، جیسے رائفل سے نشانہ لے رہا ہو، اس نے نارج کا رخ مکمل کی دیوار کی سمت کیا اور نارج چلائی، پھر بجائی، پھر چلائی، پھر بجائی اور تیسری بار چلا کے بجھادی۔ اسے فوراً ہی جوابی اشارہ ملا۔ تین بار جگنو سے جگے۔ وہ روشن اشارے اس کی امید کی طرح کمزور اور مودوم سے تھے۔

اس نے نارج جیب میں ڈالی اور ڈھلان سے ہوتا ہوا جنگل میں داخل ہو گیا۔ راستہ اب اس کے لئے پہلے کی نسبت جانا پیچانا اور کم ڈھوار تھا۔ پھر بھی دیوار تک پہنچنے پہنچتے ہوئے وہ ہانپ گیا۔ اس نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ یہ پورا فاصلہ اس نے چالیس منٹ میں طے کیا تھا۔

وہ دھیرے دھیرے ڈھلان پر چلتا گئے درخت کی طرف بڑھا۔ زمین پر پھسلن بہت تھی اس لئے احتیاط سے چلنا پڑ رہا تھا۔

اس نے کب کو کھاتے ہوئے رسی کو کھولنا شروع کیا۔ پہلی بار رسی اچھالی لیکن بہت زیادہ احتیاط برتی تھی۔ کب اس کے قدموں میں آگرا۔ دوسری کوشش میں کب دیوار میں پھنس گیا مگر جب اس نے دباؤ ڈالا تو دیوار کا کوئہ جھڑا اور ٹکڑے سے ٹکڑے ہو گیا۔ وہ بڑے پتھروں کی ادھ میں دبک گیا۔

تیسری کوشش کامیاب ثابت ہوئی۔ اس نے کب کو اچھی طرح آزمایا۔ اس

بارک مضبوطی سے پھنسا تھا۔ اس نے بڑی احتیاط سے دیوار پر چڑھنا شروع کیا۔ اوپر پہنچ کر وہ چند لمبے دیوار سے لٹکا دوسری طرف دیکھتا رہا۔ پھر اس نے چٹوں کے درمیان خود کو چھپالیا۔

ایک لمبے بعد..... اس کا دل جیسے دھڑکنے لگا ہوا۔

سلطان خود پائیں باغ میں موجود تھا۔ اس کے ساتھ نلیم بھی تھی۔ اب وہ پیچھے بھی نہیں ہٹ سکتا تھا کہ کہیں نلیم اس کی موجودگی سے بے خبر واپس ہی نہ چلی جائے۔

سلطان اور نلیم نو ارے کے پاس ٹھل رہے تھے۔

خرم وہیں لٹکا رہا۔ وہ اوپر نہیں چڑھ سکتا تھا۔ بلکہ ہل بھی نہیں سکتا تھا کہ کوئی آہٹ سلطان کو شک میں مبتلا نہ کر دے۔ لگے لگے اس کے بازو دھکنے لگے۔ جسم سے پسینہ پھوٹ پڑا۔ خود کو چپچپ سے روکنے کے لئے اس نے اپنے ہونٹوں میں دانت گاڑ دیے۔ گھڑی کی ٹک ٹک اسے خبردار کر رہی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ وقت اور توانائی دونوں اس کے ہاتھ سے پھسلے جا رہے ہیں۔

پھر سلطان کی چہل قدمی موقوف ہوئی۔ سلطان واپس جانے کے لئے پلٹا مگر کچھ سوچ کر واپس آیا۔ چند لمبے اس نے نیچی آواز میں نلیم سے کوئی بات کی۔ نلیم بھی انداز میں سر ہلاتی رہی۔

پھر سلطان چلا گیا۔ نلیم باغ میں اکیلی رہ گئی۔

خرم نے دیوار پر چڑھ کر چند لمبے اپنی سانسیں درست کیں پھر اس نے سیٹی بجائی۔ نلیم چونکی اور اس نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک نظر ادھر ادھر دیکھنے کے بعد وہ درخت کی طرف بڑھی۔ ”یہ تم ہو خرم؟“ اس نے سرگوشی میں پوچھا۔

”ہاں۔ میں ہوں گڑیا۔ جلدی کرو۔ درخت پر چڑھ جاؤ۔“

وہ اسے غلطی شاخوں کو پکڑ کر چڑھتے دیکھتا رہا۔ اسے ڈرتا تھا کہ شاخوں کے ٹکرانے کی آواز کسی نے سن لی تو لحد بھر میں سب اکٹھا ہو جائیں گے۔ ہنگامہ ہو جائے گا۔ وہ ڈراوڑا پر جھمی تو وہ سی پکڑ کر کچھ نیچے آگیا اور اس کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ وہ

بڑے اعصاب شکن لہے تھے۔

بالآخر اسے دیوار سے چٹوں کے درمیان سے جھانکتا نلیم کا چہرہ نظر آیا۔

”کود جاؤ۔ میں تمہیں تمام لوں گا۔“ اس نے کہا۔

نلیم ایک لمبے ہچکچاتی لیکن اس نے جھٹکا لگا دی۔ جھٹکا اتنا شدید تھا کہ وہ پھسلواں زمین پر لڑھکتیاں کھاتا چلا گیا۔ پھر وہ منہ پھیل کر اٹھا اور نلیم کا ہاتھ تمام کمرے جنگل میں لے گیا۔ بات کرنے، احوال پوچھنے کی فرصت ہی نہیں تھی۔

انہوں نے آدھے میل کا فاصلہ طے کیا ہو گا کہ نلیم تھکن سے ہاپنے لگی۔

خرم نے اس کے دونوں ہاتھ چومے اور اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا ”اب فکر کی کوئی بات نہیں۔ ہم ساتھ ہیں۔ ہے نا؟“

نلیم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

خرم نے اسے اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور جانے پہچانے راستے پر چل دیا کچھ دیر بعد نلیم کی توانائی بحال ہو گئی تو وہ ضد کر کے نیچے اتر گئی۔ دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے چلتے رہے۔

دیکھ پیچھے تو روبن اور جازون کی آمد میں دس منٹ باقی تھے۔

گائیڈز نے انہیں دیکھا تو ہنستا ہواؤں پٹتا، اپنی زبان میں جانے کیا کیا بکنا اور ان دونوں کی پیٹھ پھٹکتا رہا۔ ساشا گھڑی انہیں ہمدردی سے دیکھتی رہی۔ کیونکہ ان کے کپڑے پھٹ گئے تھے اور وہ دونوں بے حد تھکا ہوا لگ رہے تھے۔

”بس اب تمہارا ختم کرو۔“ خرم نے گائیڈز اور ساشا کو ڈانٹا۔ ”وقت کا بھی کچھ اندازہ ہے تمہیں؟ ساشا، تم نلیم کو کھٹ میں لے جا کر اس کا ہاتھ منہ دھلاؤ، کپڑے بد لوؤ۔ اپنے کپڑے دے دو اسے۔“ پھر وہ نلیم کی طرف مڑا۔ ”سواری گڑیا، میں چاہتا ہوں، روبن آئے تو تم کسی ملکہ کی سی شان سے اس کے سامنے آؤ۔ اور دیکھو، ڈراما مت،

بہادری سے کام لیں۔ وہ تو اپنی دانست میں تمہیں دلتا ہی چکا ہے۔“

”میں تیار رہوں گی خرم۔“ نلیم نے سر اٹھا کر کہا۔ پھر وہ بڑی خود اعتمادی سے

بہت کی طرف چل دی۔

”گائیڈو، جب تک میں تمہیں نہ بلاؤں، ہٹ میں ہی رہنا۔“

”جو حکم دوست۔“

”اور پاس میں تار جوڑ دو۔“

”وہ تو میں جوڑ بھی چکا۔ دواڑے کے پاس ہی رکھا ہے۔ یہی چاہتے تھے نا تم؟“

”ہاں۔ اور میرے پاس جو جواہرات ہیں، وہ سارے کو دے دو۔ اس سے کہنا،

جب ہم بوٹ کی طرف جائیں تو وہ مجھے دے دے۔

ٹھیک ہے نواز۔ اور کچھ؟“

”ہاں گائیڈو۔“ خرم کی آواز بے حد شیریں ہو گئی اور لہجہ بے حد نرم۔ ”ان کی

آمد پر ایک چھوٹی سی تقریب ہوگی۔ میں چاہتا ہوں کہ کوئی خطرہ مول نہ لیا جائے۔

روبن کوئی معمولی سی حرکت بھی کرے تو اسے شوٹ کر دینا۔ پچکپانے کی ضرورت نہیں۔“

”مجھے خوشی ہوگی اسے شوٹ کر کے۔“

”خرم مسکرایا اور ہٹ میں چلا گیا۔ ہاتھ منہ دھوئے اور لباس تبدیل کرنے میں

اسے تین منٹ لگے۔

روبن اور جازنون آئے تو وہ ہر طرح سے ان کے لئے تیار تھا۔ اس کے

ہونٹوں کے درمیان سگریٹ دبی تھی اور آنکھوں میں فالتحانہ چمک لہرا رہی تھی۔

”کوہ نواز؟“ روبن نے اپنی مخصوص باریک آواز میں کہا۔ اس کی آنکھوں میں

امید تھی۔ ”تمہارے پیغام میں خوشخبری کا تذکرہ تھا۔ ہمیں امید ہے کہ تم نے بلا وجہ ہمیں

ڈنر سے محروم نہیں کیا ہوگا۔“

”میرا خیال، تم اس خبر کے لئے سو ڈنر قربان کر سکتے ہو۔“ خرم نے مسکراتے

ہوئے کہا۔ ”آؤ بیٹھ جاؤ۔“

وہ انہیں ہٹ میں لے گیا۔ اور انہیں اس طرح بٹھایا کہ ان کا رخ ہٹ کے

دروازے کی طرف تھا۔ وہ اسے تجسس نگاہوں سے دیکھ رہے تھے خرم مسکرایا۔ پھر اس

نے ڈرامائی انداز میں کہا۔ ”آپ لوگوں کے لئے خوش خبری ہے تلی نکل آیا ہے۔ کنواں

تیار ہے۔“

”مائی گاڈ!“ روبن کے منہ سے یہ الفاظ چیخ کی صورت میں نکلے۔

”سچ کہہ رہے ہو؟“ جازنون کی آواز سرگوشی سے مشابہ تھی۔ ”سارے کب

آئے گا؟“

”بس میں ایک لیور دباؤں گا اور تم تین تک منو گے، ممکن ہے، پانچ تک گنتا

پڑ جائے۔ پھر تم دنیا کا سب سے شان دار نظارہ دیکھو گے۔ سیاہ، گندہ تیل فوارے کی

شکل میں اچھلے گا اور ستاروں تک جاتا محسوس ہوگا۔ اب بتاؤ، کیا یہ سن کر تم لوگوں کو

خوشی ہوئی ہے؟“

”بہت زیادہ اتنی کہ تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔“ روبن نے کہا۔

”لیکن تیل دکھانے سے پہلے میں تمہیں کچھ اور بھی دکھانا چاہتا ہوں۔“ خرم

نے کہا۔ ”ایک ایسی چیز جو، جو میرے لئے دنیا بھر کے تیل کے کنوؤں سے بیش قیمت

ہے۔“ اس نے ہاتھ بلند کیا اور چیخ کر پکارا۔ ”گائیڈو!“

ایک لمحے بعد گائیڈو، نلیم کے ساتھ ہٹ میں داخل ہوا۔

جازنون حیرت سے منہ پھاڑے نلیم کو دیکھے جا رہا تھا۔ روبن تو اپنی کرسی

سے اچھل پڑا تھا۔

”بیٹھ جاؤ روبن۔“ خرم نے نرم لہجے میں کہا ”بیٹھ جاؤ۔ ورنہ میں تمہیں ختم

کر دوں گا۔“

روبن نے اس کے ہاتھ میں ریلو اور آنکھوں میں اپنی موت دیکھی تو صابن

کے جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

نلیم کھڑی، شانہ انداز میں اسے دیکھتی رہی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک عجیب،

خوبصورت سی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

”تم پاگل ہو گئے ہو؟“ روبن اپنی باریک آواز میں چلایا۔ ”تمہارا دماغ جل گیا

ہے۔ اب کسی بھی لمحے تل میں نشانے پھیں گے اور پورا جزیرہ دشمن فوج کی طرح ہم پر آپڑے گا۔“

”میں جانتا ہوں۔“ خرم نے کہا، ”میں نے اس سلسلے میں سوچا بھی ہے۔ گائیڈ والا دونوں سے ریوالور لے لو۔“

گائیڈ و تیزی اور ہوشیاری سے حرکت میں آیا۔ لمحے بھر بعد اس کے ہاتھوں میں دو ریوالور تھے۔

خرم مسکرایا۔ ”تو تم مجھے قتل کرنے والے تھے۔ اس اعتبار سے میرا کام اور آسان ہو گیا۔ اخلاقی نکتہ نظر سے بھی۔“

”سنو نواز.....“

”شٹ اپ روہن۔“ خرم غرایا۔ اس کی مسکراہٹ معدوم ہو چکی تھی۔ ہونٹ بھیج گئے تھے۔ ”گائیڈ و انہیں کوڑے رکھو۔ ذرا بھی حرکت کریں تو شوٹ کر دو۔“

”بے فکر رہو۔ ایسا ہی ہوگا۔“ گائیڈ و نے مسکراتے ہوئے کہا۔

خرم نے کوٹ کی جیب سے قلم اور وہ کاغذات نکالے، جو اس نے رات بڑی محنت سے تیار کئے تھے۔ اس نے کاغذات میز پر روہن کے سامنے رکھ دئے۔ ”پہلی دو دستاویزات پر دستخط کر دو پاپیڑ۔“

روہن نے نفرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھا۔ ”کس چیز پر دستخط کرانا چاہتے ہو مجھ سے؟“

”پہلی تو تمہاری وصیت ہے۔ جس پر گواہ کی حیثیت سے گائیڈ و اور مائیکل دستخط کریں گے۔ اس کے مطابق تمہاری تمام منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد کی وارث بن گئی ہوگی..... سوائے پنانا کے، جو مجھے ملے گا۔ اس لئے کہ تم رقم کے علاوہ بھی میرے مقروض ہو اور وہ ایسے قرض ہیں، جن کی ادائیگی ممکن نہیں۔ دوسری دستاویز ایک اعتراف ہے۔ اس کے گواہ بھی وہی ہوں گے اس میں تم نے دس جولائی کو چکارہ میں پولیس کیپٹن راکا کو زہر دے کر قتل کرنے کا اعتراف کیا ہے۔“

”پاگل ہو گئے ہو تم۔ میں ان پر دستخط نہیں کروں گا۔“ روہن نے کہا۔

خرم نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ ”نہیں کرو گے تو پانچ سیکنڈ بعد گائیڈ و تمہیں اور جائزوں کو شوٹ کر دے گا اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ مرنے سے پہلے میں تم سے پھر بھی دستخط کرا لوں گا۔“

”اور اگر میں دستخط کر دوں؟“

”تو میں تمہیں تل کا کنواں دوں گا اور تم دونوں پنانا پر واپس بھی جاسکتے ہو۔“

”اب میں سمجھ گیا۔ تم سچ پاگل ہو گئے ہو۔“ روہن نے کہا۔ ”کوئی بھی

وصیت اس وقت تک کارآمد نہیں ہوتی، جب تک وصیت کرنے والا مر جائے۔“

”تم خود کو اس وقت زندہ سمجھ رہے ہو؟“ خرم نے نرم لہجے میں کہا۔ ”تم مر

چکے ہو روہن لیکن تمہیں یہ بات معلوم نہیں۔ بہر حال، اب میں گنتی شروع کر رہا ہوں۔

ایک..... دو.....“

”روہن..... دستخط کر دو..... خدا کے لئے۔“ جائزون گونگایا۔ وہ پسینے میں نہا

گیا تھا۔

”..... تین..... چار.....“

”پن دو مجھے۔“

”روہن، اب میں تمہارے دستخط پہچانتا ہوں۔“ خرم نے کہا۔ ”لہذا سوچ کچھ

کر دستخط کرنا۔ میں دوسری بار نہیں منگوں گا۔“

روہن نے پہلی دو دستاویزات پر دستخط کر دئے۔ خرم نے کاغذات واپس لے

کر دستخط چیک کئے اور انہیں تہ کر کے اپنی جیب میں رکھ لیا۔

”یہ کیا ہے؟“ روہن نے تیسرے کاغذ کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”یہ روڈ ریڈیو پیغام ہے، جو گائیڈ و اسکا رٹ موریسن کو بھیجنے والا ہے۔“ خرم

نے سرد لہجے میں کہا۔ ”پیغام یہ ہے کہ کارگزاروں میں تل نہیں ہے۔ لہذا سودا منسوخ

سمجھا جائے۔ ہمیشہ کی طرح اس پر جائزون کا نام ہوگا۔“

روبن کا چہرہ مست کیا۔ پہلی بار اس کے ہونٹوں پر لرزش اور آنکھوں سے خوف کا اظہار ہو رہا تھا۔ ”لیکن تل تو موجود ہے!“ وہ منمنایا ”تم نے ابھی خود بتایا۔“  
 ”میں جانتا ہوں۔ میں نے تم سے تل کا وعدہ کیا تھا اور میں وعدہ پورا کروں گا۔ اتنا تل کہ تمہیں پھندا لگ جائے گا تل کا۔ اور اس کے بعد..... ارے سنو۔“  
 وہ آواز سب نے سنی۔ محل میں ہمارے بچ رہے تھے۔ پورا جزیرہ ان سے گونج رہا تھا۔ پھر لوگوں کی چیخنے کی آوازیں سنائی دیں۔

”یہ ہوئی نابات۔ میں منٹ میں پورا جزیرہ الٹ پلٹ کر رکھ دیا جائے گا۔“  
 خرم نے طمانیت بھرے لہجے میں کہا۔ ”دلچپ منظر ہوگا وہ اور تم دونوں اسے دیکھنے کے لئے یہاں موجود ہو گے۔ پھر تم قیدی بنائے..... اور اس کے بعد مار ڈالے جاؤ گے۔ پناہ آرٹور اور انیکل کی زیر نگرانی اس وقت روانگی کے لئے پوری طرح تیار ہوگا۔“

تب صورت حال پوری طرح روبن اور جازون پر آشکارا ہوئی۔ ان کے چہرے دھواں دھواں ہو گئے۔ جازون نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن گائیڈز نے ریو اور سینے پر رکھ کر اسے پیچھے دھکیل دیا۔

روبن گڑگڑا رہا تھا۔ ”خدا کے لئے نواز، میری بات سنو۔ تم مجھ سے سب کچھ لے لو.....“

”تمہارے پاس اب مجھے دینے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔ تم بھوکے شکمے آدی ہو۔ کھیل ختم ہو چکا روبن۔ اس لمحے کی یادگار البتہ..... اس نے کینٹین راکا کا لائٹر میز پر اچھال دیا۔

روبن لائٹر کو گھورتا رہا۔ خرم پلٹا اور نلیم کو لے کر ہٹ سے نکل گیا۔ گائیڈز نے ان دونوں کو ریو اور لہراتے ہوئے وہیں بیٹھے رہنے کا اشارہ کیا۔

جزیرہ اب بھی ہمارے کی آوازوں سے گونج رہا تھا مگر خرم اس سے بے پرواہی کے دروازے کے باہر رکھے لیور باکس کے پاس تن کر کھڑا تھا۔ سر بلند نلیم اس کے ساتھ کھڑی تھی۔

”دیکھو..... غور سے دیکھو۔“ خرم نے فائنمانہ لہجے میں کہا ”تین تک..... زیادہ سے زیادہ پانچ تک گنو گے اور تل کا فوارہ پھوٹ پڑے گا۔ یہ وہ خزانہ ہے، جس کے لئے تم نے ایک انسان کو قتل کیا، ایک عورت کو بیچا..... اور اب اس کے لئے خود بھی مرجاؤ گے۔ روبن! اسے تل کہتے ہیں۔ یہ جو کچھ دیکھو گے، یہ تل ہے اور تل کی دھارا!“

اس نے جھک کر لیور دبا دیا۔

ایک..... دو..... لیکن مزید کتنی سے پہلے ہی زمین ان کے قدموں تلے۔ لرز کر رہ گئی۔ اور پھر انہوں نے وہ آواز سنی، جو ہزاروں فٹاروں کی آواز سے کہیں زیادہ بلند تھی۔ لڑکھڑا کر سینیلے کی کوشش کرتے ہوئے انہوں نے دیکھا۔ آتش فشاں پہاڑ کی چوٹی جیسے پھٹ پڑی تھی۔ فضا! شہاب ثاقب سے اڑتے پھر رہے تھے۔ لگتا تھا، سورج پھٹ گیا ہے۔

وہ بہت تیز بہاگ رہے تھے۔ خرم، نلیم کو تفریباً گھبٹ رہا تھا۔ پھر گائیڈز تھا، ساشا تھی اور ان کے پیچھے لرزتے قدموں سے ڈگمگاتے بھوکریں کھاتے روبن اور جازون بھی بہاگ رہے تھے۔ دھماکے پر دھماکے ہو رہے تھے۔ زمین جیسے کرٹ لینے کو بے تاب ہو رہی تھی۔ فضا شعلے پر سار ہی تھی۔ جیسے ہزاروں مڑاں داغ دے گئے ہوں۔ گاؤں کے قریب پہنچ کر انہوں نے صبح منوں میں دہشت کا نظارہ کیا۔ صورت حال بہت خراب تھی۔ برسنے والے شعلوں کی زد میں آکر جموینڈوں کی چھتوں نے آگ پکڑ لی تھی۔ کوئی جموینڈی ایسی نہیں تھی، جو جل نہ رہی ہو۔ ہر طرف شعلے ہی شعلے تھے اور دہشت بھری چیخیں۔

خرم انہیں اس طرف لے جا رہا تھا، جہاں ساحل کے قریب جہازوں میں بوٹ چھپی ہوئی تھی۔ وہ چاروں ساحل پر پہنچے تو روبن اور جازون ان سے پچاس گز پیچھے تھے۔

سمندر کا مزاج بھی برہم تھا۔ موجیں یوں شور مچا رہی تھیں۔ جیسے طوفان بدوش

خرم نے پلٹ کر ساحل کی طرف دیکھا۔ وہاں روبن اور جانزوں اب گردن گردن پانی میں ڈوبے ہوئے تھے۔

”نواز..... نواز..... نواز.....“ وہ اب بھی التجائیں کر رہے تھے۔ پھر جلتے ہوئے انگاروں کا ایک بادل ان کے سروں پر برسا اور ان کی التجائیں اذیت بھری چیخوں میں تبدیل ہو گئیں۔

پھر سرکش پانیوں نے انہیں نگل لیا۔

خرم نے سوچا، میں نے اس سے سب کچھ چھین لیا۔ کچھ بھی نہیں چھوڑا۔ اس کے پاس۔ اس کا چہرہ پانی نے مٹا دیا۔ اس کی آواز آہ دہکا میں ڈھلنے کے بعد غروب ہوئی۔ میں نے اس کی تجوید چھین لی۔ اس کی دولت چھین لی۔ اس سے زندگی چھین لی۔ مجھے خیر ہوتا چاہیے خود پر لیکن یہ کیا کہ مجھے اس پر رحم آ رہا ہے۔ کیوں؟

بوٹ کھڑی سے مرکز سمندر میں داخل ہو گئی۔ جب پہلی بار انہوں نے رگوں میں خون ٹھٹھرا دینے والا وہ جتنا منظر پوری طرح دیکھا جس کا وہ جملہ اندازہ کر کے ہی لرز رہے تھے۔ آتش فشاں کسی جونی دیو کی طرح پھٹکھاڑ رہا تھا۔ آگ اگل رہا تھا۔ ہوا میں گندھک کی بو اور دھواں بچا ہوا تھا۔ پورا ساحل یوں جل رہا تھا۔ جیسے کنارے پر کسی نے پٹرول چھڑک دیا ہو۔ انسان چیونٹیوں کی طرح پانی کی طرف بھاگ رہے تھے۔ آتش فشاں کی دھاڑوں اور موجوں کے شور کے باوجود اس کی دہشت بھری چیخیں واضح طور پر سنائی دے رہی تھیں۔

خرم سنو..... خرم، ہم ان لوگوں کے لئے کچھ نہیں کر سکتے؟“ نلیم نے اس کا کندھا ہلاتے ہوئے کہا ”ہم کچھ پیچھے نہیں جاسکتے کچھ لوگوں کو تو بچالیں۔“

خرم نے نفی میں سر ہلایا۔ ”نہیں نلیم، ہم خود بھی دو منٹ کے اندر اندر جل جائیں گے۔ ہم زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتے ہیں کہ پناہ کے قریب کھڑے رہیں اور جو خوش نصیب بچ کر وہاں تک آجائیں انہیں پناہ پر سوار کر دیں۔“ وہ دیکھو.....

نلیم نے اس کی انہی کے اشارے کی سمت دیکھا۔ چھوٹی چھوٹی کشتیاں

ہوں۔ بوٹ نظر آ رہی تھی لیکن خوف زدہ میرنہا نے خود کو جھاڑیوں میں دھکا لیا تھا۔ وہ جلدی سے کشتی میں بیٹھ گئے۔

”خرام نواز!“ روبن نے یاس بھرے لہجے میں اسے پکارا۔

لیکن خرم نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ وہ کچھ دور میرنہا کی موٹر بوٹ کو دیکھ رہا تھا۔ اس تک پہنچ کر ہی وہ محفوظ ہو سکتے تھے۔

گائیڈ اور خرم چھوٹی کشتی کو چھوڑوں سے دھکیلتے رہے۔

”نواز! نواز!“

اب وہ دونوں بیچ رہے تھے۔ ان کی آوازیں دہشت کے بوجھ سے لرز رہی تھیں۔ خرم نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ دونوں اس وقت کمر کر پانی میں تھے۔

سمندر کی شورش اتنی سنگین تھی کہ اس چھوٹی سی ناؤ کو اٹھنے سے بچانا کارے وارد تھا۔ انہیں وہ چھوڑا سا فاصلہ یلوں پر محیط محسوس ہوا۔ بالآخر وہ موٹر بوٹ تک پہنچ گئے۔

موٹر بوٹ پر سوار ہونے سے پہلے خرم نے میرنہا کو جھاڑیوں سے گھسیٹا۔ وہ سب بوٹ پر سوار ہو گئے۔

”یہ انجن اشارت کرو۔“ خرم، میرنہا پر برس پڑا۔ پھر وہ گائیڈو کی طرف پلٹا۔ ”ولٹر اٹھاؤ گائیڈو۔“ اور تم دونوں پیٹ کے بل لیٹ جاؤ۔“ اشارہ نلیم اور ساشا کی طرف تھا۔ ”جلدی کرو..... جلدی..... جلدی!“

سرخ انگارے مسلسل برس رہے تھے۔ ڈیک پر انگاروں کا انبار سا لگ گیا تھا۔ انجن اشارت ہونے اور بوٹ بڑھنے میں جیسے صدیاں لگ گئیں۔

سمندر چاروں طرف سے یلغار کر رہا تھا طوفانی موجیں اچھل کر ڈیک تک آئیں۔ لیکن یہ بھی قدرت کی ایک مہربانی ہی تھی۔ انہوں نے ڈیک پر جمع انگاروں کو بجھا دیا اور اب جو انکارے برس رہے تھے، وہ پانی میں ہی گر رہے تھے.....

میرنہا بوٹ کو پوری رفتار سے چلا رہا تھا۔ بوٹ دور..... بہت جہاز پناہ کی روشنیوں کی طرف لپک رہی تھی۔

ساحل سے کھلے پانی کی سمت آرہی تھیں لیکن انہیں سرکش موجوں سے بھی لڑنا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے دو کشتیاں الٹ گئیں لیکن کسی کے پاس اتنی فرصت نہیں تھی کہ گرنے والوں کی مدد کرتا۔

پھر وہ کشتیاں الٹتے دیکھتے رہے۔

”خرم..... خرم، یہ سب کتنا خوفناک ہے۔“ نیلم نے کہا اور اپنا چہرہ خرم کے

سینے میں چھپا لیا۔

بوٹ، جہاز پناہ کے قریب پہنچ گئی تھی۔

”اپنی آنکھیں، کان اور دل بند کر لو گڑیا۔“ خرم نے نیلم کو تھپتھپاتے ہوئے

کہا۔ ”تم نے دیے ہی بہت اذیت اٹھائی ہے اور ان بے چاروں کے سلسلے میں تو کچھ بھی نہیں کر سکتیں۔ مجھ سے یونہی لپٹی رہو گڑیا۔ تمہیں گھاس سے لپٹ کر سرگوشی کرتی ہوا کی نرمی محسوس ہوگی۔ تمہیں خوش گلو پرندروں کے چہچہے سنائی دیں گے۔ غور سے سنو گڑیا۔“

لیکن یہ سب کچھ سننا ممکن ہی نہیں تھا۔ انہوں نے قیامت کی چنگھاڑ سنی اور

پھر آتش فشاں پہاڑ کے دہانے کو کھلتے اور آگ کے ایک دریا کو پھر کر نکلتے اور پہاڑی ڈھلوانوں پر بہتے دیکھا۔

اسی لمحے انہیں جہاز پر اٹھالیا گیا۔

